امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 9 اگست 2020ء بمطابق ذی الحجہ 1441ھ ق شمارہ 6

کابل ادارے کے مذموم ارادے اور ناکام بہانے

اڈوں سے امریکی افواج کا انخلا اور دوستم کا مارشل رینگ

- سانحہ ہرات، کابل انتظامیہ کی درندگی
- پروپیگنڈوں کی یلغار اور ذرائع ابلاغ کا جہاد
- سول سوسائیٹز کا غاصب قوتوں کے ساتھ تعاون

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابی شریح الخزاعی رضی اللّٰہ عنہ ان
النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال : من کان یومن
باللّٰہ والیوم الآخر فلیحسن الی جارہ ومن کان
یومن باللّٰہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ ومن کان
یومن باللّٰہ والیوم الآخر فلیقل خیرا أو لیسکت ۔

[رواہ مسلم وروی البخاری بعضہ]

ترجمہ:

سیدنا ابوشریح الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھاسلوک کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی خاطر مدارت کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۹ / اگست ۲۰۲۰ / ذی الحجہ ۱۴۴۱ / شمارہ ٦

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 50 روپے

سالانہ 500 روپے

سالانہ زرِ تعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40 ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات: 30 ڈالر

بنگلہ دیش: 28 ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

کابل ادارے کے مذموم ارادے اور ناکام بہانے	2
عیدالاضحیٰ (۱۴۴۱ھ، 2020ء) کی مناسبت سے عالی قدر امیر المؤمنین، شیخ الحدیث، مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کا پیغام	3
قاری سیف اللہ فاتح شہید کی زندگی اور کارناموں پر ایک نظر	6
امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کی گفتگو	9
خوشی کی قدر اور اس کے حصول کے ذرائع	14
جنگ کے اسلامی اصول	16
آیا صوفیا چرچ سے مسجد، میوزیم اور پھر مسجد تک	19
اڈوں سے امریکی افواج کا انخلا اور دوستم کا مارشل رینک	21
پروپیگنڈوں کی یلغار اور ذرائع ابلاغ کا جہاد	23
ترکی اپنے اصل کی طرف گامزن	27
سول سوسائٹیز کا غاصب قوتوں کے ساتھ تعاون	29
تاریخ کا انصاف	30
عقل کتنا قابل قدر جوہر ہے؟	32
عبدالرشید دوستم، صادق اور امین سے قاتل، خائن اور پھر فیلڈ مارشل تک	34
ہفتہ وار تبصرہ جنگی جرائم سے چشم پوشی کیوں؟	36
سانحہ ہرات، کابل انتظامیہ کی درندگی	38
میں مجاہد کیسے بنا	39
جنگی جرائم (جولائی)	40
افغانستان جولائی 2020 میں	42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

اداریہ!

کابل ادارے کے مذموم ارادے اور ناکام بہانے

افغان قوم سمیت پوری دنیا اس حقیقت سے واقف ہے کہ کابل حکومت پر مسلط کئے گئے اقتدار کے بھوکے حاکموں کا واحد ہدف اپنی حکومت کی دوام اور اپنے مفادات کا حصول ہے۔ اپنی اس ہدف کو پانے کے لئے وہ کسی بھی اخلاقی اقدار کی پرواہ نہیں کرتے، اصول کی پابندی اور خلاف ورزی، مشروع اور غیر مشروع جیسی اصطلاحات ان کے ہاں کوئی معنی نہیں رکھتیں، قوم اور دنیا بھر کے سامنے نیک نامی اور بدنامی کی بھی ان کے ہاں کوئی اہمیت نہیں۔

چاہے قبضہ صدیوں تک رہے، ملک فساد میں دنیا بھر میں سب سے آگے جائے، اغیار کی تہذیب، بے حیائی اور بداخلاقی پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہو اور ملت کی تباہی و بربادی نسلوں تک جا پہنچے لیکن ان کی حکومت قائم رہے تو ان کے ماتھے پر بل بھی نہیں پڑنے والے بلکہ انہیں مزید خوشی ملتی ہے کیونکہ فساد، وحشت اور تباہیوں سے بھرپور اس حالت کو یہ لوگ اپنے اقتدار کی دوام، لوٹ مار اور دولت اکٹھی کرنے کے لئے سب سے زیادہ مفید سمجھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کابل ادارے کے سربراہان نہ کبھی امارت اسلامیہ اور امریکہ کے مابین مذاکرات کے حامی تھے اور نہ یہ امارت اسلامیہ اور امریکہ کے درمیان کئے گئے اس تاریخی معاہدہ کے خواہشمند تھے۔ لیکن چونکہ ان کے ہاتھ چھوٹے تھے اور اس معاہدہ کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے، اس لئے مذاکرات کامیاب ہوئے اور ایک تاریخی معاہدہ وجود میں آگیا۔

کابل ادارے کے یہ حکمران جب اس تاریخی معاہدے کو روکنے میں ناکام ہوگئے تو اس معاہدہ کو سبوتاژ کرنے کی کوششیں شروع کردیں، قیدیوں کی رہائی میں ٹال مٹول اس کی واضح دلیل ہے۔

اس معاہدہ کے تحت دس دن کے اندر اندر پانچ ہزار طالبان قیدیوں کو رہا کرنا اور اس کے فوراً بعد بین الافغانی مذاکرات شروع کرنا معاہدے کی پہلی شرط تھی۔ چاہئے یہ تھا کہ اب تک پانچ ہزار سے زیادہ قیدیوں کی رہائی عمل میں آچکی ہوتی، بین الافغان مذاکرات کی کئی نشستیں منعقد ہوچکی ہوتیں۔ لیکن پوری دنیا دیکھ چکی ہے کہ کابل ادارے کی جانب سے دوحہ معاہدہ کے خلاف بے بنیاد الزامات اور بہانوں کے ذریعے اس عمل کو موخر کرنے اور عام شہریوں پر بمباری، راتوں کو گھروں پر چھاپے اور دیگر سرگرمیوں سے اس معاہدہ کو سبوتاژ کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ لیکن چونکہ امارت اسلامیہ کو اس معاہدہ میں ملک و قوم کا عظیم فائدہ دکھائی دے رہا تھا اس لئے کابل ادارے کی جانب سے قیدیوں کی رہائی میں تاخیر اور دیگر عوامل کو برداشت کرکے اس معاہدے کو ختم ہونے سے بچالیا۔

کابل ادارے کے پاس جب کچھ بھی نہ رہا تو لے دے کے چھ سو قیدیوں پر انتہائی خطرناک کا لیبل لگا کر ایشو بنادیا ہے، کابل ادارے کے وزیر خارجہ حنیف اتمر نے پہلے کہا کہ ہم لسٹ میں شامل چھ سو طالبان قیدیوں کو اس لئے نہیں رہا کر رہے کہ وہ خطرناک جرائم میں ملوث ہیں۔ لیکن دوسرے ہی دن بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہنے لگا کہ ہم ان قیدیوں کو اس لئے نہیں رہا کرسکتے کہ بیرونی دنیا ہمیں ان کی رہائی سے روک رہی ہے کہ انہوں نے ہمارے فوجیوں کو مارا ہے۔

پھر جب اس حوالے سے کابل ادارے پر بین الاقوامی دباؤ بڑھنے لگا تو اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے لویہ جرگہ کا شوشہ چھوڑ دیا تاکہ لوگوں کو دکھاسکیں کہ یہ عالمی نہیں بلکہ ہمارا اندرونی مسئلہ ہے۔ اور پھر کابل ادارے نے لویہ جرگہ کے نام سے ایک ایسا جرگہ بنایا جس کے تقریباً تمام ممبرز کابل ادارے کے موجودہ یا سابقہ اہلکار یا حامی ہیں۔

توقع کے عین مطابق جرگہ نے قیدیوں کی رہائی کی تائید کی، جو ایک اچھی بات ہے اور اس سے جرگہ کے ممبران نے خود کو قوم کی سامنے شرمندہ ہونے سے بچالیا لیکن اس کے برعکس کابل ادارہ قوم کے سامنے شرمندہ اور ذلیل ہو کر رہا۔

دنیا اور افغان قوم پوچھ رہی ہے کہ ان سے پہلے رہا ہونے والے قیدیوں کی رہائی کے لئے قوم کو کیوں اعتماد میں نہیں لیا گیا اور اس کے لئے جرگہ کی ضرورت کیوں محسوس نہیں کی گئی؟

دنیا کا یہ بھی سوال ہے کہ لسٹ میں شامل پانچ ہزار افراد جنہیں امارت اسلامیہ اپنے مجاہدین کہتا ہے تو یہ تسلیم کرتا ہے کہ یہی وہ وفادار سپاہی ہیں جو ہمارے بچوں کے قاتلوں سے لڑے اور ظاہر ہے لڑائی میں جانبین سے اموات ہوتی ہیں، ان میں سے زیادہ تر نے بیرونی افواج کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا ہوگا، اور پھر اندرونی اور بیرونی فوجیوں کی تفریق کون کرے، یا کس ملک نے کہا ہے کہ رہا ہونے والے مجاہدین میں سے ایک بھی خطرناک نہیں تھا یا ایک بھی ایسا نہیں تھا جس نے ہمارے فوجیوں کو نہ مارا ہو۔ بیرون دنیا کو کیسے معلوم ہوا کہ رہا ہونے والے قاتل نہیں تھے اور یہ قاتل ہیں؟

بیرونی اتحاد کی قیادت امریکہ کے پاس ہے تو جب اس نے مجاہدین کو رہا کرنے کا کہا ہے تو اور کون ہے جس نے کابل ادارے کو ان کی رہائی سے روک دیا ہے۔

اشرف غنی اور ان کے ہم فکروں کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اس طرح کا واضح جھوٹ بول کر مزید قوم کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔ یہ حربے اپنا کر یہ زیادہ دیر تک حکومت میں رہ سکتے ہیں نہ ہی بیرونی دنیا انہیں کو عزت دے گی۔

افغانیوں کی مسلسل قربانیوں اور سیاسی میدان میں امارت اسلامیہ کی سمجھدار اور دور اندیش قیادت کی کوششوں، معقول موقف اور بروقت فیصلوں کی بدولت اب حالت یہ ہے کہ بیرونی قابضین سرزمین افغانستان سے بوریا بستر سمیٹ کر جارہے ہیں اور وطن عزیز میں صلح، امن اور اسلامی نظام کا نفاذ حتمی ہے یہ الگ بات ہے کہ شائد اس میں دیر لگے لیکن چند کاسہ لیس اور غلام فطرت لوگ اپنی بقا کے لئے اس کا راستہ روک نہیں سکتے۔

جب امریکہ اور اس کے اتحادی اپنی پوری قوت استعمال کرکے بھی اپنے اہداف تک رسائی حاصل نہیں کرسکے اور دوحہ معاہدے پر دستخط کے لئے راضی ہوگئے تو ان کی عدم موجودگی میں یہاں ان کے کاسہ لیس اور کٹھ پتلی کیسے یہاں عوام کے ارادوں کے برعکس اپنی غیر مشروع حکومت میں قائم رہ سکیں گے اور کیسے وطن عزیز میں امن وامان اور اسلامی نظام کے نفاذ کا راستہ روک سکیں گے؟ بلکہ وہ اپنے ان نامعقول حرکات کی وجہ سے لوگوں میں مزید نفرت کا نشانہ بنیں گے۔

اب یہ ان کی مرضی ہے کہ وہ قوم کی نظروں میں مزید گرنا چاہتے ہیں یا زمینی حقائق کا ادراک کرتے ہوئے امارت اسلامیہ کے جائز مطالبات اور معقول موقف کا مثبت جواب دینا چاہتے ہیں

عیدالاضحیٰ (۱۴۴۱ھ، 2020ء) کی مناسبت سے عالی قدر امیر المؤمنین
شیخ الحدیث مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کا پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ أکبر اللہ أکبر، لآ إلٰہ إلاّ اللہ، واللہ أکبر، اللہ أکبر وللہ الحمد

إن الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ، ونعوذ باللہ من شرور أنفسنا ومن سیئات أعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ، ومن یضلل فلا ھادي لہ، وأشھد ألا إلہ إلا اللہ وحدہ لا شریك لہ، وأشھد أن محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ وسلم علیہ وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، أما بعد: قال اللہ عزوجل: قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. [سورۃ الأنعام: ۰]

افغان مسلمان عوام، مجاہدین، شہداء کے خاندانوں، معذوروں، قیدیوں اور پوری امت مسلمہ کے نام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سب سے پہلے آپ کو عیدالاضحی کی مناسبت سے مبارک باد پیش کرتا ہوں، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کی تمام قربانیاں، جہاد، ہجرتیں اور اسلام کی خاطر اٹھائی جانے والی تکلیفیں اپنے دربار میں قبول فرمائے۔ شہداء کی شہادتیں اللہ تعالی قبول فرمائے۔ قیدیوں کو اللہ تعالی جیلوں سے رہائی دلائے۔ غم زدہ خاندانوں کا غم اللہ تعالی خوشی میں بدل دے۔ یتیموں کی بہتر پرورش اور تربیت کے لیے اللہ تعالی سازگار حالات اور مواقع مہیا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

مجاہدین بھائیو!

ہم وطنوں کی حفاظت، ان کی جان، مال، عزت اور مفاد کا دفاع اپنا عملی فریضہ سمجھیں، عوام کا بہت خیال رکھیں۔ لوگوں کے درمیان موجود تنازعات کے حل و فصل کے لیے عدالتوں اور دیگر متعلقہ بااختیار اداروں کے ساتھ تعاون کریں۔ بڑی شاہراہوں کے تحفظ اور تاجروں کے لیے تجارتی اموال کے نقل و حمل کے دوران سہولیات کی فراہمی یقینی بنائیں اور ان سے اچھا سلوک کریں۔

چونکہ اللہ تعالی کی نصرت اور آپ کی بے دریغ قربانیوں اور سرفروشیوں کے طفیل اسلامی نظام کے قیام کی دہلیز پر ہیں (ان شاءاللہ العزیز، وماذالک علی اللہ بعزیز)، تو اپنی صفیں اور بھی مضبوط اور منظم کریں۔ اپنا آپس کا اتحاد اور بھی مضبوط کریں۔ کیوں کہ یہ سب کچھ اتحاد واتفاق کا نتیجہ ہے۔ اطاعت اور تقویٰ پر مزید توجہ دیں۔ اللہ تعالی کا شکر ادا کریں اور ہر طرح کی ان حرکتوں اور باتوں سے احتراز کریں جن سے اللہ تعالی کی ناراضگی ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہ کامیابی کو ناکامی میں بدل دیتی ہے۔

افغان مجاہد عوام کے نام!

ہمارا جہاد جارحیت کے خاتمے اور صحیح اسلامی نظام کے قیام کے لیے تھا اور ہے، اس لیے اپنی قوم کو یہ اطمینان دلاتے ہیں کہ ان کی امیدوں اور آرزوں سے دھوکہ نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالی۔ ہمارا واضح پیغام یہ ہے کہ ہم طاقت کا انحصار نہیں چاہتے، تمام افغان اقوام اور جہات کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔ بلکہ اسلامی نظام کی تکمیل، خودمختاری اور قوت افغانوں کے اتحاد واتفاق سے مشروط ہے۔ اسلام ہم سب کو اسلامی اخوت، دیانت داری اور کام اس کے اہل کو سونپنے کا حکم دیتا ہے۔ ملک کا ہر شہری حق رکھتا ہے کہ زندگی کے تمام حقوق اور مواقع سے فائدہ اٹھائے اور اس کی سیاسی اور سماجی حیثیت کا تعین اہلیت اور تقویٰ کی بنیاد پر کیا جائے۔

افغانستان تمام افغانوں کا مشترکہ گھر ہے۔ اس گھر کو آباد رکھنا، اس کے دینی اور قومی اقدار کا تحفظ، اس کی خودمختاری اور زمینی جغرافیہ کا تحفظ ہر افغان کی ذمہ داری ہے۔

ہمارا اور آپ کا یہ مبارزہ اور جہاد درجہ بالا اہداف کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر یہ بڑے اہداف بات چیت اور مفاہمت سے حاصل ہوتے ہیں تو ہم اس کے حامی ہیں۔ پرخلوص اور نتیجہ خیز مذاکرات مسائل کے حل کا ایک بنیادی راستہ سمجھتے ہیں۔

ہماری کسی سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے، بلکہ ملک کی خود مختاری اور ایک خالص اسلامی نظام کے قیام کے لیے ہم نے ہتھیار اٹھائے ہیں۔ درجہ بالا اہداف پورے ہونے کی صورت میں سب کے ساتھ پر امن زندگی چاہتے ہیں۔

بین الافغانی مذاکرات:

امریکا کے ساتھ دوحہ میں معاہدے پر دستخط، اس کے بعد بین الافغانی مذاکرات کے لیے کوششیں، یہ ایسے اقدامات تھے جن کے حوالے سے امارت اسلامیہ اپنا بھرپور کردار ادا کر چکی ہے۔

اب دیگر جہات کی ذمہ داری ہے کہ وہ کس حد تک اس میسر آنے والی فرصت سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

قیدیوں کا تبادلہ جو ہزاروں ہم وطنوں اور غم زدہ خاندانوں کی خوشی اور اطمینان کا باعث بنا، ایک اہم پیش رفت تھی۔ مقابل فریق کو اس میں رکاوٹیں نہیں ڈالنی چاہیے تھیں۔ ہم امن کی جانب قدم بڑھا رہے ہیں، تو قیدیوں کی رہائی اس کا ایک بڑا حصہ ہے، جس سے اعتماد بھی قائم ہوگا اور امن کی راہ کا سفر بھی جلد طے ہوگا۔

داخلی جہات کو چاہیے بین الافغانی مذاکرات کی راہ میں حائل تمام رکاوٹیں بلاتاخیر دور کر دیں۔ مختصر دورانیے کے چھوٹے مفادات کی تقسیم کی بجائے اس ملک کی اعلی مصالح کو ترجیح دیں۔ تاکہ افغان عوام خود جنگ کے موجودہ اور آئندہ کے داخلی عوامل کے خاتمے، ملک میں دائمی امن کے دوبارہ قیام اور مستقبل میں قائم ہونے والے اسلامی نظام کے حوالے سے ایک مشترکہ تفاہم تک پہنچ سکیں۔

بیرونی قوتوں کا انخلاء:

یہ ایک اچھی خبر ہے کہ دوحہ معاہدے پر عمل درآمد کے سلسلے میں امریکا اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان سے اپنے اڈے باہر نکالنے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ پانچ اڈے خالی کیے جا چکے ہیں۔ طے شدہ معاہدے کے مطابق امریکا اور اس کے بیرونی اتحادی افغانستان سے اپنی ساری عسکری قوت اور غیر سفارتی عملہ نکال رہے ہیں۔

امارتِ اسلامیہ امریکا کے ساتھ طے ہونے والے معاہدے پر عمل درآمد کے لیے تیار ہے۔ امریکی حکومت کے متعلقہ سول و عسکری اداروں اور اس کے اتحادیوں کو بھی امارتِ اسلامیہ سے کیے ہوئے اس معاہدے پر عمل درآمد کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ انہیں مبہم بیانات اور پروپیگنڈے کے ذریعے امریکا کی اس طویل جنگ کے خاتمے کی راہ میں رکاوٹیں نہیں ڈالنی چاہییں۔

ریاست ہائے متحدہ امریکا کو معاہدے پر عمل درآمد کے اس اہم ترین عمل میں بہت غیر روایتی اور تیز اقدامات کے ساتھ تدبیر سے کام لینا ہوگا۔ گذشتہ انیس سالوں میں سیکھا ہوا اپنا تجربہ اپنے سامنے رکھے، پھر اپنی ذمہ داری اچھے طریقے سے ادا کرے۔ مثلاً معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قیدیوں کی رہائی کے دس روزہ عمل کو چار مہینے تک طول دینا، بلیک لسٹوں کا تا حال اپنے حال پر برقرار رہنا، وقتاً فوقتاً ڈرون حملے، بمباری، چھاپے اور گولہ باری، اور پھر ناقابل توجیہ دلائل سے اس کی توجیہات۔ یہ سب کسی کے مفاد میں نہیں، نہ اس طرح کے اقدامات اب جنگ جیتنے میں کردار ادا کر سکیں گے۔ بلکہ اس کے برعکس اس سے مشکلات پیدا ہوں گی۔ اس حوالے سے بھی امریکا اور دیگر عالمی سوسائٹی متوجہ رہے اور مسائل کا خاتمہ کرے۔

سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ افغانستان کے اقتصادی منابع، ذخائر اور عہدوں پر معاشرے کے درد سے ناآشنا اور اس کے مطالبات سے ناواقف ایک چھوٹا سا ٹولہ مسلط کیا گیا ہے، جسے افغانستان کے ارفع مفاد اور قومی مصالح سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ ٹولہ مختصر عرصے کے مفاد اور اقتدار کی کشمکش میں مصروف ہے۔ ان کے سامنے ملک کی طویل مدتی کامیابی اور خوشحالی کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ لوگ اہم قومی عمل کو تاخیری حربوں اور رکاوٹوں کا شکار بنا کر اس ملک کے بڑے مفادات کو خطرات میں ڈال رہے ہیں۔ عالمی سوسائٹی کو ان مسائل کی جانب متوجہ رہنا چاہیے۔

بین الاقوامی تعلقات:

افغانستان میں امن کا قیام پڑوسیوں اور خطے کے ممالک سمیت پوری دنیا کے مفاد میں ہے۔ امارتِ اسلامیہ دنیا بھر کے تمام ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات کا حامی ہے، ہم اسلامی ممالک کے ساتھ بھائی چارے کے فضاء میں زندگی اور ایک دوسرے کے تعاون کی بنیاد پر تعلقات چاہتے ہیں۔ ہمسایہ ممالک کے ساتھ بہتر ہمسایانہ تعلق اور قابلِ اعتماد فضا قائم کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔ کسی بھی ملک کے داخلی امور میں

مداخلت نہیں کرتے اور دیگر ممالک سے بھی یہ امید رکھتے ہیں کہ ہمارے داخلی معاملات میں مداخلت نہ کریں۔ کیوں کہ اسی طرح کا مثبت تعامل ہی دیگر ممالک کے امن وامان اور اقتصادی وسماجی شعبوں میں مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

تعمیرِ نو:

افغانستان سے بیرونی قوتوں کے انخلاء کے بعد امارتِ اسلامیہ چاہتی ہے کہ ایک خالص اسلامی نظام کے سائے تلے ملک کی تعمیرِ نو اور ترقی کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔

بیت المال کا پورے احتیاط اور امانت داری سے استعمال ہو۔ تباہ حال وطن کی بنیادوں کے احیاء کے لیے بہترین منصوبے سامنے لائے جائیں۔ ملک کے اعلی مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے عالمی سرمایہ کاری کے لیے ماحول سازگار کیا جائے۔ تاکہ ہمارا تباہ حال وطن تعمیرِ نو اور ہمہ پہلو ترقی کی جانب مضبوط قدم اٹھا سکے۔ ہماری معیشت اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے۔ شہر اور دیہات آباد ہو جائیں۔ ہم وطن شہریوں کو روزگار کے مواقع میسر آئیں۔ غربت، تنگ دستی، غریب الوطنی اور بیرون ممالک کی مشکلات اٹھانے سے بچ جائیں۔ اسلامی شرعی نظام کے سائے تلے روشن، خوشحال اور بے احتیاجانہ زندگی گذاریں۔ سعادت سے بہرہ مند اور امن کی فضا میں سکون کا سانس لیں۔

تعلیم وتربیت:

تعلیم اور تربیت زندگی کی اہم ترین میں ضروریات میں سے ہے۔ نئی نسل اور نوجوان طبقہ علم ودانش کے زیور سے خود کو آراستہ کرے۔ علم کے حصول کی جانب متوجہ رہے اور اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرے۔

ملک کے ہر حصے تک تعلیمی سہولیات پہنچانا ہمارے اہم ترین اہداف میں سے ہے۔ اسی لیے امارتِ اسلامیہ کے ذمہ داران اور مجاہدین کو ہدایات دی گئی ہیں کہ عوام کے بچوں کی تعلیم وتربیت کے شعبے پر بہت توجہ دیں۔ تعلیمی مراکز، مدارس اور سکولوں کی تعمیر کے شعبے میں راہ ہموار کریں اور پورا تعاون کریں۔

مخالف صف میں لڑنے والوں کے نام:

مخالف جانب سے لڑنے والے افراد اور مخالفین کو ہم ایک بار پھر پیغام دیتے ہیں کہ جنگ اور مخالفت سے دست بردار ہو جائیں۔ امارتِ اسلامیہ کی جانب سے عفو کا دروازہ ان کے لیے کھلا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ان کے خاندان بے سہارا ہوں۔ ہماری کوشش ہوگی کہ انہیں اطمینان دلائیں، تاکہ وہ مجاہدین سے مل جائیں اور ان کی زندگی محفوظ ہو جائے۔ اسی لیے ہم نے اپنی تشکیلات میں دعوت وارشاد اور جلب وجذب کمیشن کمیشن قائم کیا ہے۔

لائحہ جات اور اصولوں کا بہتر نفاذ:

امارتِ اسلامیہ کے تمام ذمہ داران، مجاہدین اور کارکن اپنے نظام کی مضبوطی اور قوت، ادارہ جاتی نظم اور صفوں کے اتحاد کی مضبوطی کے لیے امارتِ اسلامیہ کی جانب سے جاری کردہ تحریری اصولناموں، لائحہ جات اور ہدایات پر عمل درآمد کروائیں۔ مختلف علاقوں میں امارتِ اسلامیہ کی قیادت کی جانب سے دی گئی ہدایات کے عملی نفاذ میں بھرپور کوشش کریں۔ کیوں کہ اس طرح ہمارے ہم وطنوں کے حقوق کا تحفظ ہوگا، امن قائم ہوگا اور ملکی اتحاد کی مضبوطی اور قومی مفادات کا تحفظ ہوگا۔

چونکہ عید الاضحیٰ کے یہ دن خوشی اور ضرورت مندوں کے ساتھ ہمدردی کے دن ہیں، اس لیے باثروت شہری مجبور لوگوں خصوصا یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کے ساتھ تعاون کریں۔ اپنی پوری طاقت سے ان کا ساتھ دیں۔ تاکہ کم از کم عید کے دنوں میں یہ لوگ احتیاج اور غربت سے آزاد ہوں۔

آخر میں سب کو ایک بار پھر عید کی مبارک باد دیتا ہوں۔ آپ کی تمام تر طاعات اور عبادتیں قبول ہوں۔

والسلام

(زعیم امارت اسلامیہ امیر المؤمنین شیخ الحدیث مولوی)

ہبۃ اللہ اخندزادہ

۷/ ۱۲/ ۱۴۴۱ھ ق ــ 28/ 7/ 2020م

قاری سیف اللہ فاتح شہید کی زندگی اور کارناموں پر ایک نظر

عبدالستار سعید

5 فروری 2014 کو امریکا نے امارتِ اسلامیہ کے تین رہنماؤں کے نام بلیک لسٹ میں داخل کیے۔ ان میں سے ایک نام قاری سیف اللہ صاحب کا تھا۔ اس وقت جب میڈیا میں ان ناموں کا کثرت سے تذکرہ ہو رہا تھا یہ نام بہت سے لوگوں کے لیے انجان تھا۔ بسا اوقات لوگ یہ سوال بھی کرتے تھے کہ اتنی اہمیت کا حامل یہ مجاہد ہے کون؟ جس کو امریکا جیسا سپر پاور بھی اپنے لیے خطرہ سمجھتا ہے مگر اپنے ہی وطن کے لوگ ان کے نام تک سے ناواقف ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ افغانستان میں استعماری طاقتوں کو ٹھکانے ان گمنام مجاہدین نے لگایا اور کاری ضربیں لگائیں جن کی قومی اور عالمی سطح پر کوئی شہرت ہے اور نہ ہی انہیں مشہور ہونے کا کوئی شوق ہے۔ وہ لوگ جو بڑے شوق اور اخلاص سے قوم کے درمیان سے کفر کی جارحیت کے خلاف میدان میں نکلے۔ مسجد، مدرسہ اور حجرے کی زندگی کو الوداع کہا۔ خاص اللہ کی رضا اور دین کی سربلندی کے لیے ہتھیار اٹھائے۔ خاموشی اور گمنامی سے عالمی فرعونی قوتوں کو ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ بالآخر انہیں پسپائی اور فرار پر مجبور کر دیا۔

اس طرح کے گمنام مجاہدین میں سے ایک شہید سیف اللہ فاتح بھی تھے، جنھوں نے اپنے مخلصانہ کردار اور کارناموں سے اللہ کے دشمنوں میں خود کو ایک خطرناک اور موثر مجاہد کے طور پر منوایا تھا جس کی وجہ سے انہیں بلیک لسٹ میں ڈال دیا گیا۔

شہید قاری سیف اللہ صاحب کا مختصر تعارف:

شہید قاری سیف اللہ آغا محمد آکا کے بیٹے ہیں۔ 1997 میں صوبہ زابل کے مرکز قلات کے علاقے ''دراز'' میں ایک دیندار گھرانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے پیش امام سے حاصل کی۔ پھر صوبہ زابل کے جلدک کے علاقہ میں خلیفہ ملا محمد گلاب صاحب جو جلدک آغا صاحب کے نام سے بھی شہرت رکھتے ہیں، کے مدرسہ میں حفظ قرآن کیا اور پھر اسی میں مدرس مقرر ہو گئے۔ مدرس ہونے کے ساتھ موصوف شہید اپنا تعلیمی سلسلہ بھی آگے بڑھاتے رہے۔

جلد آغا صاحب جو علم و فضل اور روحانیت و معنویت سے معمور گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ قاری صاحب ان کی مجلس اور صحبت سے بھرپور استفادہ کرتے رہے۔ انہیں کے فیضانِ صحبت سے اپنے آپ کو تقویٰ، اخلاص اور صفاتِ حسنہ سے آراستہ کرتے رہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قاری صاحب زابل کے دیگر مدارس میں بھی حفظ کے مدرس کی حیثیت سے زندگی گذار چکے تھے اور قرآن کریم کے بہت سے حفاظ تیار کر چکے تھے۔

جہادی زندگی:

روس کے خلاف جہاد کی کامیابی کے بعد جب انتشار اور فساد کی فضا سی بن گئی اس وقت مشہور جہادی قائدین میں سے ایک غلام نبی جہادیار شہید بھی تھے۔ قاری سیف اللہ ان کے سرکردہ افراد میں سے تھے، جنھوں نے ملک کے مختلف شہروں اور علاقوں میں جہادی خدمات سرانجام دیں۔ موصوف افغانستان کے شمال میں مختلف علاقوں میں جہادی سرگرمیوں میں حصہ دار رہے ہیں جن میں اندراب، نہرین اور دیگر بہت سے مقامات شامل ہیں۔ بعد میں جب جہادیار صاحب نے زابل میں مدرسہ بنایا تو قاری صاحب نے مدرسہ میں استاد اور ناظم کی حیثیت سے کام شروع کیا۔ اس کے ساتھ جہاد کے لیے اسفار بھی کرتے رہتے۔ جہادی خدمات کے دوران ایک دفعہ صوبہ تخار میں سخت زخمی ہو گئے اور ایک پاؤں کی قربانی دی۔ مگر پاؤں کے جانے اور اس قدر معذور ہونے کے باوجود بھی ان کے ارادے کسی تزلزل کے شکار نہیں ہوئے، بدستور پوری اولوالعزمی سے زندگی کے آخری سانس تک اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جد وجہد جاری رکھی۔

افغانستان پر امریکی جارحیت کے بعد جب قندہار میں ملا غلام نبی جہادیار ایک جنگ کے موقع پر شہادت سے سرفراز ہوئے تو اس وقت قاری صاحب ان کے جانشین بن گئے۔ قاری صاحب نے یہیں سے جہادی امور کو منظم کرنے کے لیے کمربستہ ہو کر مستقل کام شروع کیا اور عظیم خدمات سرانجام دیں۔ مختلف شہروں اور متعدد علاقوں میں نمایاں رہے۔

امریکا کے خلاف جہاد میں کردار:

قاری سیف اللہ شہید نے سب سے پہلے امریکا کے خلاف اپنے صوبہ زابل میں گوریلا جنگیں شروع کیں۔ ان کے گروپ کے مجاہدین بھی زابل شہر میں ہی دشمن کے مراکز کو نشانہ بناتے رہے بعد میں یہ سلسلہ دیگر شہروں کی طرف بھی بڑھا دیا۔ ان جہادی خدمات کے ساتھ موصوف امارتِ اسلامیہ کے کئی اہم عہدوں کو بھی سنبھالتے رہے۔ شروع میں زابل صوبائی عسکری کمیشن کے رکن رہے۔ پھر صوبہ زابل کے گورنر کے معاون مقرر کیے گئے اور تین سال یہ ذمہ داری نبھاتے رہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پورے افغانستان میں استعمار کے خلاف جہادی تحریک عروج پر پہنچ چکی تھی۔ ان شہروں میں سے ایک زابل شہر بھی تھا جہاں کے اکثر اضلاع میں بالخصوص مرکز میں اور

کابل قندھار کے مین شاہراہ پر دشمن کو سخت سے سخت ضربیں پڑتی تھیں۔
صوبہ زابل کے گورنر کے معاون کی حیثیت سے کئی سال گزارنے کے بعد 2011 میں عسکری کمیشن کے بارودی مواد کی ترسیل کے ذمہ دار تعینات ہوگئے۔اسی ذمہ داری پر مکمل نو سال رہے اور قابل قدر اور قابل فخر خدمات سرانجام دیں۔

وہ ہتھیار جس نے استعمار کو شکست دی:

امریکا جیسی فرعونی طاقت کو شکست سے دوچار کرنا مدد الٰہی اور نصرتِ خداوندی کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔ مگر اللہ نے نصرتِ خداوندی کے ذریعہ مجاہدین کو الہامی طور پر کچھ ایسی ٹیکنالوجی اور تدابیر بتلائیں جن کے سدباب کے لیے امریکا جیسے ترقی یافتہ ملک اور ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کے مالک کے لیے کوئی تدبیر نہ تھی۔نہ ان کے پاس اس کی کچھ تیاری تھی۔امریکا کو شکست دینے والے دیگر تمام آلات،وسائل اور تدبیروں کے ساتھ دو اہم چیزیں ایسی تھیں جن کی وجہ سے دشمن ہمیشہ بھاری نقصانات اٹھاتا رہا۔ان دو میں سے ایک تو فدائی اور استشہادی حملہ تھا جو دشمن کے غرور کو خاک میں ملا دیتا تھا۔دوسرا زمینی خودساختہ بم تھا جو گھی کے ڈبہ میں بنایا جاتا تھا اور روزانہ کے حساب سے دشمن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتا تھا۔

امریکا کے خلاف ہونے والے جہاد میں ہمارا ایک قابل فخر کارنامہ اور لائق تحسین کامیابی یہ ہے کہ یہ جہاد بیرونی طاقتوں کی امداد کے بغیر ہوا ہے۔کسی بھی ملک نے مالی امداد دی ہے اور نہ ہی اسلحہ اور بارود مہیا کیے ہیں۔یہ مجاہدین کی اپنی ذہانت اور خداداد صلاحیت تھی جو رب کی مہربانی سے بہت ہی معمولی چیزوں سے بارود بناتے اور پھر انہیں گھی کے ڈبوں میں جمع کرتے تھے اور پھر اسی ڈبہ سے امریکا کے فولادی ٹینکوں کو پارہ پارہ کرکے ہوا میں اڑایا کرتے تھے۔

شہید قاری سیف اللہ، مولوی احمد مصطفی اور اس میدان کے دیگر شہسواروں نے گزشتہ دس سالوں میں مجاہدین کو ایسے کفرشکن اسباب اور وسائل پہنچانے میں بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے، جسے جہاد کی تاریخ میں زریں حروف سے لکھا جانا چاہیے۔

انہوں نے ملک کے مختلف علاقوں میں دستیاب وسائل، خداداد ذہانت اور خود ساختہ فارمولوں سے جہادی صف کو ہتھیار اور اسلحہ کے حوالے سے بے نیاز کردیا اور اس لائق بنادیا کہ اسی بنیاد پر امریکی ٹیکنالوجی کا غرور خاک میں ملادیں۔جہادی کارواں کا یہ قافلہ اور اس کی داستاں بھی دیگر تمام شعبوں کی طرح دلچسپ ہے، جس میں اخلاص، ایثار اور فداکاری کی انتہا ہے۔اس کو تاریخ میں زیر بحث لانے کی ضرورت ہے۔تاکہ آئندہ آنے والی نسل کو عزم وحوصلہ، تحقیق وجستجو اور سختیوں کے زمانہ میں کم وسائل سے زیادہ کام لینے کا ہنر آجائے۔

قاری صاحب کے ان جرات آموز ولولوں سے بھرپور داستانوں کو اگر تاریخ میں جگہ ملی تو یہ تاریخ کے اوراق میں قربانیوں اور جراتوں کے عظیم باب کا اضافہ ہوگا۔ انہوں پورے نو سال دن رات ایک کرکے اپنی کٹی ہوئی ٹانگ اور معذور جسم کے باوجود ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کیا۔جہادی افراد اور جماعتوں کو ہر کونے تک بارودی مواد پہنچاتے۔اور پھر انہیں بھی منظم طریقے سے ترتیب کے مطابق تقسیم کرتے۔وہ باوجود یہ کہ امریکا کے بلیک لسٹ اور اس کے انتہائی مطلوبہ افراد میں سے تھے، پھر بھی انہیں خوف اور ڈر کا احساس تک نہیں تھا۔شہادت کے وقت تک اپنی خطرناک، حساس اور باریک ذمہ داری پوری جانفشانی اور اولوالعزمی سے نبھاتے رہے۔

بلیک لسٹ میں آنے کی وجہ:

ایک مشہور مقولہ ہے کہ حق کی پہچان کرنے کے لیے باطل کے واروں کو دیکھا جائے کہ اس کا رخ کس سمت ہے؟ جس کو باطل کے تیر لگیں گے وہی حق ہے۔اس وقت امریکا عالمی طاغوتی قوتوں کا حکمران شمار ہوتا ہے۔اب طاغوت کا یہ سرغنہ جب کسی کو اپنے بلیک لسٹ میں شامل کرتا ہے اور اسے گرفتار کرنے اور ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے تو یہی مطلوب ہونا اسی شخص کی دیانت اور سچی مسلمانی کی دلیل بنے گی۔

امریکا نے 2014 میں دیگر متعدد مجاہدین اور امارتِ اسلامیہ کے اہم افراد کے ساتھ قاری سیف اللہ فاتح کا نام بھی بلیک لسٹ میں شامل کردیا۔

اس حوالہ سے 8 جنوری 2014 کو بی بی سی ویب سائٹ نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے: امریکا کی وزارتِ خارجہ نے طالبان کے ایک کمانڈر قاری سیف اللہ کو خطرناک افراد کی لسٹ میں شامل کیا ہے۔امریکی فوج ایک فرمان کی رو سے اب یہ جواز رکھتی ہے کہ ان افراد کو گرفتار کرنے اور قتل کرنے کے لیے امریکا یا کسی بھی ملک میں آپریشن کرے۔اسی فرمان کی رو سے امریکی فوج قاری سیف اللہ کے ساتھ کسی ڈیل کا جواز نہیں رکھتی۔کہا جاتا ہے کہ قاری سیف اللہ صوبہ زابل میں گورنر کے معاون کی حیثیت سے اپنا کام کرتا تھا۔وہ اسی صوبہ میں بعض عسکری عملیات کی سربراہی کے ذمہ دار بھی ہے۔وزارت خارجہ کے فرمان کے مطابق قاری سیف اللہ کے اکاونٹ بلاک کردینے چاہئیں اور امریکا کے سفر پر پابندی لگانی چاہیے۔ویب سائٹ کے مطابق وزارتِ خارجہ نے یہ اقدام وزارتِ خزانہ اور وزارت قانون کے مشورہ اور تعاون سے اٹھایا ہے۔امریکا کا دعوی ہے کہ قاری سیف اللہ کو اس لیے بلیک لسٹ میں شامل کیا ہے کہ وہ خطرناک کاموں اور حملوں میں ملوث رہا ہے۔وزارت کہتی ہے کہ ملزم صوبہ زابل میں افغان اور بیرونی افواج پر حملوں کی کمانڈ کرتا تھا اور اپنے ماتحتوں کو حکم دیا تھا کہ ریاستی اور حکومتی **اداروں کو اپنے حملوں کا نشانہ بنائیں۔**

جنوری 2012 میں اس شخص نے اپنی سربراہی میں افغانستان کے اندر رومانی فوج پر حملہ کیا۔ستمبر 2011 کو قاری سیف اللہ نے ایک فرد کو صوبہ زابل کے شاجوی میں واقع تعمیر وترقی کے مرکز (PRT) پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا تھا۔نومبر 2010 میں سیف اللہ نے اپنے ایک کمانڈر کو زابل مرکز اسلحہ بھیجنے کا حکم دیا تھا تاکہ قلات شہر کے استعماری مرکز کو حملوں کا نشانہ بنادے۔امریکا کی وزارتِ خارجہ کے بلیک لسٹ کے

ساتھ اقوامِ متحدہ کے بلیک لسٹ میں شامل افغانوں کی تعداد 137 تک پہنچتی ہے۔

شہید قاری سیف اللہ کے بارے میں بی بی سی کی رپورٹ اور امریکا کی وزارتِ خارجہ نے اپنے اعلامیہ میں یہ بات تو درج کی ہے کہ ہم قاری صاحب کے تمام اکاونٹ بلاک اور تمام مالیتیں ضبط کریں گے۔ مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ قاری صاحب شہید مادیات سے بے پرواہ وہ درویش صفت مؤمن تھے جن کا کوئی اکاونٹ تھا اور نہ ہی کوئی دنیوی جائیداد۔ کبھی انہوں نے دنیوی عیش و عشرت کے لیے کوئی تگ ودو نہیں کی۔ انہوں نے اپنا مال اور تن صرف اللہ کے دین کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

شہادت:

شہید قاری سیف اللہ فاتح شروع میں ملک کے جنوبی مغرب کے چودہ صوبوں کے بارودی مواد کے تیار کرنے، منتقل کرنے اور تقسیم کے ذمہ دار تھے۔ جس میں انہوں نے زندگی کا ایک ایک گوشہ اور ایک ایک لحہ صرف کیا۔ تاکہ مجاہدین اپنے موٹر بموں اور بارود سے دشمن کے خلاف جہادی کارروائیوں میں ہر دم پیش پیش رہیں۔

چونکہ قاری صاحب اپنی ذمہ داری پورے اخلاص وایثار کے ساتھ نبھاتے رہے اس لیے امارتِ اسلامیہ کی قیادت نے ان کے آخری ایام میں پورے افغانستان کے تمام صوبوں میں انہیں یہ ذمہ داری سونپی۔ قاری صاحب پورے ملک کے لیے اسفار کرتے، تاکہ مجاہدین کو بروقت بارودی مواد پہنچنے میں کوئی مشکل نہ ہو۔ گذشتہ برس قاری صاحب نے عیدالفطر کے بعد زابل سے اپنا سفر شروع کیا اور صوبہ ننگرہار تک گئے جس میں دو مہینے لگے۔ اسی سفر کے بعد عیدالاضحیٰ گزرنے کے ساتھ ہی قاری صاحب نے شمالی صوبوں کے اسفار شروع کیے۔ ہلمند، فراہ، ہرات، غور، بادغیس، فاریاب، جوزجان اور بلخ تک پہنچ گئے۔

آخر میں قندز اور بغلان کا سفر شروع کیا، ارادہ یہ تھا کہ بدخشان تک کے تمام علاقے خود قریب سے دیکھ لیں۔ وہ سمنگان کے درہ یوسف سے گزرنے والے تھے کہ دشمن نے ڈرون حملہ سے انہیں نشانہ بنایا اور یوں قاری صاحب سولہ محرم الحرام ۱۴۴۱ھ کو صبح نو بجے اپنے تین ساتھیوں سمیت شہید ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

موصوف جو اس سے پہلے اپنے دو بھائیوں کی قربانی دے چکے تھے، نے یہ ایک ایسا نذرانہ پیش کیا کہ پورا جسم ڈرون حملہ میں لہولہان نہیں بلکہ جل کر خاکستر ہوگیا تھا۔ صرف ایک مصنوعی ٹانگ تھی جو اپنے آہنی سلاخوں کی وجہ سلامت رہی تھی۔ اور اسی سے ان کی شناخت کی گئی۔ تقبلہ اللہ تعالی واسکن روحہ في أعلی علیین۔

شخصیت کی خصوصیات:

گزشتہ چند سال سے میں جن برگزیدہ مجاہدین کی سوانح لکھ رہا ہوں ان میں ایک خاص نکتہ یہ ہے کہ یہ سب وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے اپنے دین کے لیے منتخب کیا ہے۔ یہ آپس میں یکساں نوعیت کی صفات رکھتے ہیں۔ ان خصائل میں سے ایک قیام اللیل اور تہجد کی نماز اور اللہ کے حضور خفیہ طور پر گریہ وزاری ہے۔ میں نے جب بھی امریکا کے خلاف عظیم کارنامے سرانجام دینے والے مجاہدین کی داستانِ حیات کی کرید کی ہے تو معلوم ہوا ہے کہ یہ سب تہجد اور رات کے اندھیروں میں اللہ کے سامنے اپنی عاجزی اور دعا کے عادی ہیں۔ دن کو اگر یہ لوگ عزم واستقامت کے پیکر، جہاد کے علمبردار، میدان کارزار کے شہسوار ہیں تو رات کی تاریکیوں میں اپنی پیشانی خاک پر گرنے والے، شب زندہ داری کرنے والے، اپنے خدا کے آگے ندامت کے آنسو بہانے والے لوگ ہیں۔ انہیں لحات میں وہ رب سے ناز و نیاز کرنے والے ہیں۔ یہی وہ مقدس طاقت ہے جو ان کی زندگی اور مشن میں برکت ڈالتا ہے اور ان کے دماغ و بازو کو قوت بخشتا ہے۔ ان کی تلواروں کے لیے صیقل کا کام دیتا ہے اور اسی کی بدولت اللہ پاک ان کے ہاتھ پر ایسے فتوحات ظاہر کرتا ہے جس سے ظاہر بین عقل عاجز آجاتی ہے۔

شہید قاری سیف اللہ فاتح رات کے آخری پہر، تہجد اور اندھیری فضاء میں رب کے سامنے عجز اور دعا کے عادی تھے۔ موصوف کے ساتھیوں کا کہنا ہے کہ حالات کچھ بھی ہوں مجال ہے کہ قاری صاحب کی تہجد کی نماز چھوٹ جائے۔

ان کے ایک ساتھی مولنا جمیل صاحب کہتے ہیں: ایک دن ہم ہلمند سے روانہ ہوگئے۔ روزگان گئے۔ پھر وہاں سے چنار تو گئے۔ وہاں سے زابل کی طرف روانہ ہوئے، راستہ بہت زیادہ خراب تھا بمشکل رات گئے وہاں پہنچے اور عشاء کی نماز پڑھ کر تھکے ہارے سوگئے۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ قاری سیف اللہ کب سے بیدار ہوچکے ہیں، وضو بھی کرچکے ہیں اور کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ تھکاوٹ سے چور اس حالت میں جب ان کی تہجد کی نماز نہیں چھوٹی تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ عام حالات میں پھر کبھی نہیں چھوڑی ہوگی۔

ایک اور ساتھی ملاعبداللہ اسی طرح کا واقعہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ ایک جہادی سفر سے تھکے ہارے واپس آگئے۔ رات میرے ہاں گزاری۔ سونے سے پہلے مجھ سے کہا کہ ایک لوٹا پانی یہاں رکھ کر جاو۔ ہوسکتا ہے وضو کی ضرورت پڑ جائے۔ گرمی کا موسم تھا لوگ باہر سہن میں سوتے تھے، میں قاری صاحب کی کھانسی کی آواز پر جاگ گیا۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے میں جھانکا تو دیکھتا ہوں کی قاری صاحب نیند سے بیدار ہوچکے ہیں اور اپنی مصنوعی ٹانگ کی سیٹنگ میں مصروف ہیں۔ دیر تک مصروف رہنے کے بعد اسے سیٹ کرنے میں کامیاب ہوئے۔ پھر وضوء بنایا اور اپنی چادر مٹی پر بچھادی۔ اس پر بڑے خشوع اور خضوع سے کھڑے ہوئے۔ نماز پڑھنی شروع کی۔ میں نے جب ان کی تھاوٹ کو دیکھا۔ پھر آدھی رات کا یہ جاگنا۔ صرف اس کی ٹانگ کو سیٹ کرنے میں کتنا وقت لگتا تھا؟ تو اپنے آپ پر افسوس ہوا کہ صحت اور تندرستی کے باوجود بھی ہم اس وقت کی عبادت اور اس کی لذت سے کیوں محروم ہیں؟

اللہ تعالی شہید قاری صاحب کے تمام اعمال صالحہ قبول فرمالے اور ان کی برکتیں ہمیں بھی نصیب فرمادے آمین یارب العلمین۔

امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کی گفتگو

ترجمہ و ترتیب: سید عبدالرزاق

امارت اسلامیہ کی جانب سے امن کے لیے مسلسل کوششوں کے نتیجے میں جہاں امریکا کے ساتھ 29 فروری 2020 کو امن معاہدہ طے پایا اور افغان عوام کو امریکی واتحادی فورسز کی بمباریوں، چھاپوں اور تحقیر آمیز کارروائیوں سے نجات ملی ہے وہاں ہم وطنوں اور ساری دنیا کے لوگوں کو افغانستان کی چالیس سالہ جنگ کے خاتمہ کی امید پیدا ہو چکی ہے۔ ساری دنیا میں موجود افغان شہری ان کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اسی سلسلے میں افغان عوام کی نمائندگی کے لیے بڑی سطح پر دانشوروں اور اصحاب علم وفکر نے ایک مشترکہ فورم تشکیل دیا۔ ساری دنیا سے اس فورم میں لوگوں نے شرکت کی ہے۔ جرمنی، فرانس، امریکا، روس، قطر، ایران اور اپنے وطن افغانستان سمیت دیگر بہت سے ممالک سے افغانستان کی ممتاز علمی، ادبی، سیاسی، سماجی اور مذہبی شخصیات نے شرکت کی۔ سابق افغان سفیر اور امارت اسلامیہ کے رہنما ملا عبدالسلام ضعیف، کابل انتظامیہ کے سابق سفیر عمر زاخیل وال، امریکا میں مقیم صحافی خالد ہادی، کابل یونیورسٹی کے پروفیسر فیض زلاند، معروف صحافی محمد نظر مطمئن وغیرہ سمیت بہت سے علماء دین، سوشل ایکٹوسٹ، شعراء اور خواتین دانشور اس فورم کا حصہ ہیں۔ فورم کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ یہ امارت اسلامیہ اور افغانستان کے سیاسی طبقات اور عوام کے درمیان رابطے اور غلط فہمیوں کے خاتمے کے لیے کام کرے گا۔ فورم نے فیس لائیو پر ایک بڑا پروگرام تشکیل دیا جس میں بیک وقت فورم کے کئی شرکاء نے مختلف ممالک سے شرکت کی اور ساتھ ہی امارت اسلامیہ قطر کے سیاسی دفتر کے رہنماؤں کو براہ راست لیا۔

قطر دفتر سے شیخ شہاب الدین دلاور، مولوی محمد نبی عمری، مولوی دین محمد حنیف، ڈاکٹر محمد صالح، شیخ سید رسول حلیم اور سیاسی دفتر کے ترجمان محترم سہیل شاہین نے شرکت کی۔ یہ ایک وسیع اور ہمہ جہت گفتگو تھی جس میں رواں حالات پر امارت اسلامیہ کا جامع موقف اپنے اپنے شعبے کے ذمہ دار حضرات کی جانب سے آیا تھا۔ اس لیے سوشل میڈیا پر ایک لاکھ تک افراد نے یہ گفتگو براہ راست دیکھی اور بڑی تعداد میں شیئر کی گئی۔ یہ گفتگو پشتو اور دری میں کی گئی تھی اس لیے ادارہ شریعت قارئین کے استفادہ کے لیے اردو میں ترجمہ کر کے پیش کر رہا ہے۔

◇×◇×◇

سوال: اس وقت افغانستان کا ستر فیصد علاقہ طالبان کے زیر کنٹرول ہے۔ اکثر اضلاع پر طالبان کی حاکمیت ہے۔ طالبان نے وقت کے ایک بڑے ایمپائر کو شکست دی ہے جو افغان ملت کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ ایسے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ طالبان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، امریکا کے جانے کے بعد ممکن ہے طالبان کابل انتظامیہ پر حملہ کر دیں۔ کابل انتظامیہ کو شکست دے دیں، جس سے ایک اور المیہ کا آغاز ہوگا۔ جس سے ملک میں بدامنی کی ایک نئی لہر اٹھے گی، آپ کس طرح دیکھتے ہیں؟

قاری دین محمد حنیف صاحب: سب سے پہلے تو مجھے خوشی ہے کہ آج اپنے وطن کی علمی اور مقتدر شخصیات سے مخاطب ہوں۔ آپ نے جو سوال کیا ہے اس کے چار پہلو ہیں۔ میں کوشش کروں گا ہر ایک کے مطابق جواب دوں، خدا کرے آپ کو اطمینان دلا سکوں۔

پہلا یہ کہ کابل انتظامیہ جمہوریت چاہتی ہے اور حالیہ جمہوریت پر اصرار کرتی ہے۔ دوسرا یہ کہ امارت اسلامیہ چاہتی ہے کہ افغانستان ایک بار پھر امارت اسلامیہ افغانستان کے نام سے ذکر کیا جائے۔ تیسرا پہلو یہ جو آپ نے سوال کیا ہے کہ ہمارے لیے نظام حکومت کے نام کی بجائے اس کے مشتملات اور نظام کا اسلامی ہونا اہم ہونا چاہیے۔ چوتھا یہ کہ بیرونی دنیا روس، چین، امریکا اور مغربی یورپی ممالک کیا چاہتے ہیں۔ ان پر تھوڑی سی گفتگو ضروری ہے۔

کابل انتظامیہ چاہتی ہے کہ افغانستان کو اسلامی جمہوری افغانستان کا نام دیا جائے۔ اس انتظامیہ کے نام کا منبع اور ماخذ جرمنی کے شہر بون میں 2001 میں ہونے والی کانفرنس تھی۔ یہ کانفرنس امریکی ایماء اور اسی کی نگرانی میں ہوئی تھی۔ اس وقت امریکا سیاسی، معاشی اور عسکری اعتبار سے ہمارے وطن پر قابض تھا۔ پھر ہر پانچ سال بعد ناقص الیکشن کے ذریعے عوام کو فریب دینے کے لیے اس سلسلے کو دہرایا گیا۔ جس کے نتیجے میں جمہوری اصولوں {جو کہ خود انہیں کے اصول ہیں} کے برخلاف بیرون ملک سے صدور کو لا کر یہاں مسلط کیا گیا۔ جس کی وجہ سے اقتدار کی تقسیم کا مسئلہ اٹھا اور بالآخر دو متوازی ”حکومتیں“ وجود میں آگئیں۔ اس لیے یہ کہنا بے جا نہیں کہ اس انتظامیہ میں وہی شخص مضبوط اور بااختیار ہے جو طاقتور اور جنگجو ہے۔ یہ انتظامیہ اخلاقی، سیاسی، مذہبی، معاشی اور معاشرتی ہر لحاظ سے کرپشن میں ڈوبی ہوئی ہے۔

دوسرا پہلو یہ کہ امارت اسلامیہ ایک بار پھر ملک پر اسلامی نظام کا نفاذ کرنا چاہتا ہے۔

پہلے یہ دیکھیں کہ یہ نظام تھا کیا؟ امارت اسلامیہ ایک قانونی نظام تھا۔ جس نے کھلے دل سے لوگوں کا تعاون حاصل کیا اور پانچ سال تک حکومت کی۔ امارت اسلامیہ نے افغانستان کے کسی بدخواہ کو اس کے عزائم میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ مگر یہ ایک طرف داخلی جنگ میں مصروف تھی تو دوسری جانب خشک سالی اور ظالمانہ عالمی سیاسی واقتصادی پابندیاں وہ زنجیریں تھیں جنہوں نے ان کے ہاتھ باندھ رکھے تھے۔ انہیں اپنی اقتصادی پالیسیوں اور خدمت کے جذبے پر عمل درآمد ہونے نہیں دیا۔ اس کے باوجود بھی امریکا اور دیگر مغربی ممالک کو امارت اسلامیہ کا وجود برداشت نہیں تھا۔ بالآخر مبہم وجوہات اور غیر واضح دلائل سے امارت اسلامیہ پر حملہ کیا۔ امارت اسلامیہ نے بیرونی افواج کے مقابلے میں ہتھیار نہیں ڈالے۔ اپنا شرعی اور قومی فریضہ ادا کرتے ہوئے جہاد شروع کیا۔ یہ ایک غیر متوازن جنگ تھی جس میں دونوں فریق کا طاقت اور معیشت کے اعتبار سے کوئی توازن نہیں تھا۔ یہ ایک سیاسی، عسکری، معاشی اور میڈیا کی جنگ تھی، جسے جارحیت پسند قوتوں کے مقابلے میں امارت اسلامیہ 19 سال تک لڑتی رہی۔ افغان عوام نے امارت اسلامیہ کے جھنڈے تلے بے دریغ قربانیاں دیں جو دنیا سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ آج امارت اسلامیہ ملک کے ستر فیصد حصے پر حاکم ہے۔ اس کا عسکری سیٹ اپ قائم ہے۔ تمام صوبوں میں ہر شعبے کے لیے الگ الگ فعال کمیشنز قائم ہیں۔ ہر جگہ امارت اسلامیہ کی عدالتیں قائم ہیں جس سے لوگ رجوع کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ شہروں سے بھی لوگ انہیں کی عدالتوں میں رجوع کرنے آتے ہیں، کیوں کہ یہاں کرپشن اور رشوت کا تصور نہیں ہے اور انصاف پر نظام چلتا ہے۔

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ نام ضروری ہے یا اس کے ذیل میں مشتملات کا اسلامی ہونا ضروری ہے؟ میں کہتا ہوں امارت اسلامیہ ایک قائم اور رننگ حکومت ہے۔ اس لیے نام بھی ضروری ہے اور اس کے تحت مشتملات اور نظام کا اسلامی ہونا بھی ضروری ہے۔ مزید اس پر بین الافغانی مذاکرات میں بات ہوگی۔

چوتھا پہلو: کہ روس، امریکا یا اور کسی ملک کو امارت اسلامیہ کا نظام منظور نہیں۔ میں عالمی قوتوں سے گذارش کرتا ہوں کہ افغانستان میں قیام امن کے لیے مکمل غیر جانبداری سے اپنا مثبت کردار ادا کریں۔ افغان عوام کو اپنی مرضی سے اپنے نظام اور مستقبل کا فیصلہ کرنے دیں۔ جو چیز یہ لوگ اپنے لیے پسند نہیں کرتے تو دوسروں کے لیے پسند نہ کریں۔

سوال: لوگ کثرت سے سوال کرتے ہیں کہ قیدیوں کی رہائی کا معاملہ اب تک معلق کیوں پڑا ہے؟

مولوی محمد نبی عمری: ہم نے امریکا کے ساتھ مذاکرات میں پانچ ہزار قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ منوالیا تھا جس کی باقاعدہ لسٹ ہم نے انہیں دی تھی۔ اب تک ہمارے چار ہزار سے زائد قیدی رہا ہوئے ہیں اور ہم نے کابل انتظامیہ کے آٹھ سو سے اوپر قیدی رہا کیے ہیں جو بچ گئے ہیں ان پر بھی کام شروع ہے اور ہمیں امید ہے کہ امریکا اپنے وعدے جلد ہی پورے کرے گا۔ یہاں جو قیدی ابھی تک رہا نہیں ہوئے ہیں ان کے بارے میں کابل انتظامیہ کا موقف یہ ہے کہ ان پر سنگین الزامات ہیں اور لوگوں کی حق تلفی میں ملوث ہے۔ اب تعجب کی بات یہ ہے کہ جو لوگ سنگین الزامات اور عامۃ الناس کی حق تلفی میں ملوث ہیں انہیں تو بڑے عہدے حتی کہ مارشل تک کے عہدے دیئے گئے۔ اس کے برعکس جو لوگ ان بے جا الزامات سے بری اور ملک کے استقلال کے لیے کوشاں ہیں ان کے بارے میں حیلہ جوئی اور بہانوں سے کام لے رہی ہے، یہ محض ایک بہانے کے سوا کچھ نہیں۔ اس سے مقصد ان کا یہ ہے کہ ہم سے یا امریکا سے اپنی قدرت کی بقا کے لیے خصوصی امتیازات حاصل کریں ورنہ تو ان کے قیدی ہمارے مجاہدین کے قاتل تھے، بہت سے جرائم میں ملوث تھے۔ عوامی املاک اور جانوں کو نقصان پہنچایا تھا، ہم نے تو ان کو رہا کرتے وقت کوئی قید نہیں لگائی ہے؛ کیونکہ یہ سب کچھ ایک سیاسی تفاہم کے نتیجہ میں سامنے آیا ہے اور سیاسی تفاہم میں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کون کس کیٹگری کا مجرم ہے اور کس کے ذمہ کیا حقوق ہیں؟

کابل انتظامیہ کبھی یہ شوشہ چھوڑتی ہے کہ بعض یورپی ممالک کا ہم پر دباؤ ہے اس لیے ہم ان چھ سو قیدیوں کو رہا نہیں کرتے۔ لیکن یہ بات پہلے تو غلط اور بے بنیاد ہے، دیگر ممالک کی فرمائش ہمارے داخلی امور میں دخل اندازی ہے جو ہمیں کسی صورت قبول نہیں اور یہ عالمی اصول کی خلاف ورزی اور آزادی کو سلب کرنے کے مترادف ہے۔ اگر اسی طرح اغیار کی فرمائشوں پر معاملات لٹکتے جائیں گے پھر تو ہم سے بھی قوم سوال کرے گی کہ انہیں ممالک کی قاتل افواج نے ہمارے گھر اجاڑ دیئے ہیں، ہماری عورتوں اور بچوں کو شہید کیا ہے۔ بے انتہا مظالم کی ایک داستان ہے۔ لیکن ہمیں امن عزیز ہے اس لیے ہم ان باتوں سے درگزر اور چشم پوشی کرتے ہیں۔

کابل انتظامیہ کبھی یہ بہانہ پیش کرتی ہے کہ ان کو رہائی دینے سے یہ لوگ ایک دفعہ پھر جنگی صفوں میں جائیں گے۔ کابل انتظامیہ کو کچھ عقل سے بھی کام لینا چاہیے کہ اول تو کوئی پانچ یا چھ ہزار افراد سے جنگیں جیتا نہیں کرتیں۔ دوسری بات یہ کہ الحمد للہ کے فضل سے ہمارے پاس مجاہدین اتنی تعداد میں ہیں کہ فدائی ونگ میں مجاہدین انتظار میں ہیں لیکن انہیں باری نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے لوگ ابھی جیلوں میں ہیں اور یہ لوگ ہم سے جنگ بندی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ جنگ بندی کا مطالبہ خود یہ بتاتا ہے کہ ان

قیدیوں سے پہلے بھی مجاہدین کی صفیں مضبوط اور طاقتور ہیں۔ان قیدیوں کی رہائی سے مجاہدین کو کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔

ایک دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ان قیدیوں میں غیر ملکی بھی شامل ہیں-تو اس حوالہ سے یہ سمجھنا چاہیے کہ امارتِ اسلامیہ کبھی کسی غیر فرد اور جہاد کے علاوہ کسی اور الزام میں گرفتار قیدی کا مطالبہ نہیں کرتی-یہ جو الزام ہے اس پر کابل انتظامیہ کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے-زیادہ سے زیادہ یہ امکان ہے کہ افغانستان ہزاروں کلو میٹر سرحد رکھتا ہے آس پاس ایسے قبائل موجود ہیں جن کے پاس دوہری شہریتیں موجود ہیں-ان کی ایک آدھ دفعہ اس مبارک عمل میں شرکت کیا اس کا باعث بن سکتی ہے کہ اس کی وجہ سے رہائی کا عمل روکا جائے؟

بہر حال کابل انتظامیہ کی ان بے بنیاد بہانوں کی وجہ سے انٹرا افغان مذاکرات تعطل کے شکار ہیں، اگر یہ رکاوٹیں نہ ہوتیں تو آج تک ہم جنگ بندی اور مکمل مذاکرات کامیاب بنانے میں بہت آگے تک پہنچ چکے ہوتے-

سوال: آپ کیا سمجھتے ہیں امارتِ اسلامیہ اور کابل انتظامیہ کے درمیان مذاکرات کب شروع ہونگے اور یہ کہ یہ مذاکرات صرف کابل انتظامیہ کے ساتھ ہونگے یا اس میں تمام افغان طبقات کی نمائندگی ہوگی؟

ڈاکٹر محمد صالح: پہلے تو میں افغان امن جرگہ اور تمام ساتھیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے امن کے لیے گفتگو کا یہ مرحلہ تیار کیا ہیں-امارت اسلامیہ نے جنگی محاذ کے ساتھ سیاسی سطح پر بھی امریکا کے ساتھ گفت وشنید کا سلسلہ شروع کیا تھا۔یہ سلسلہ اوباما کے دور سے چل رہا تھا اور خلیل زاد کے آنے سے میڈیا پر بھی آ گیا-اس طویل دورانیہ کے بعد ۲۹ فروری کو امریکا کے ساتھ استعمار کے خاتمہ اور بیرونی افواج کی انخلا کا معاہدہ دستخط ہوا-اس معاہدہ میں صرف امریکا اور اس کے اتحادیوں کے انخلا کے ساتھ انٹرا افغان مذاکرات، جنگ بندی اور آئندہ کے لیے نظامِ حکومت پر بات چیت ہوئی ہے ،جو قوم کے سامنے پیش کیا جا چکا ہے-بین الافغانی مذاکرات تمام شعبوں کے ساتھ یکساں ہونگے-میڈیا، خواتین اور تمام سیاسی جماعتوں کی نمائندگی ہوگی-ہم نے کابل انتظامیہ پر انحصار سے معاملہ نکال دیا ہے اسی لیے وہ خود بھی بحیثیت حکومت شریک نہیں ہوں گے-اب یہ کہ کب شروع ہونگے؟ تو جب تک ہمارے قیدی رہا نہیں ہونگے تو اس وقت تک مذاکرات بھی شروع نہیں ہونگے-معاہدہ میں یہ بات درج ہے البتہ غیر رسمی طور پر سیاسی جماعتوں سے رابطے ہیں اور گفتگو چلتی رہتی ہے-آج کی یہ گفتگو اس کا ایک نمونہ ہے-آخر میں یہ بات بتاتا چلوں کہ امارت اسلامیہ تمام مسائل کا حل قرآن اور حدیث میں دیکھتی ہے اس لیے ہر سطح پر ہر شخص کو برابری کے حقوق ملیں گے اور کسی تعصبی بنیاد پر تفریق کا سلوک نہیں کیا جائے گا-

شیخ شہاب الدین دلاور صاحب: ڈاکٹر صاحب کی تائید میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ قیدیوں کی رہائی دس دنوں میں ہونی تھی لیکن کابل انتظامیہ نے جان بوجھ کر لیت ولعل سے کام لیا-ہم نے تو انہیں بتایا تھا کہ ہم تمہارے قیدی ایک ہی دن میں رہا کرنے کے لیے تیار ہیں-اس لیے گزشتہ چار ماہ میں جنگ اور خون ریزی کا ذمہ دار انتظامیہ ہے اور ان کی رکاوٹوں کی وجہ سے بین الافغانی مذاکرات تعطل کے شکار ہیں-

سوال: بین الافغانی مذاکرات میں سنجیدہ بحث کے لیے کسی اور سنجیدہ فریق کو ثالث بنایا جاسکتا ہے؟ یا کسی خیر خواہ کو معاہدہ کے مطابق اس عمل میں شریک کیا جاسکتا ہے؟

محمد سہیل شاہین: امریکا کے ساتھ ایک سال کے طویل دورانیہ پر محیط مذاکرات کے نتیجہ میں طے ہوا تھا کہ چودہ مہینوں میں مکمل انخلا، بین الافغانی مذاکرات کا آغاز اور قیدیوں کی رہائی ہوگی-معاہدہ کو ایک سو پینتیس دن مکمل ہونے پر امریکا نے اعلان کیا کہ ہم نے پانچ اڈوں سے انخلا مکمل کر لی ہے- اور فوج کی تعداد ۱۴۰۰۰ سے ۸۰۰۰ تک کم کر دی ہے-بیرونی فوجیوں کی انخلا کا سلسلہ اب بھی جاری ہے-قیدیوں کی رہائی کا معاملہ اگرچہ سست روی کا شکار ہے لیکن ہمیں امید ہے کہ جلد یہ بھی مکمل ہوگا اور بین الافغانی مذاکرات شروع ہونگے- بین الافغانی مذاکرات کی شروع سے ہمیں امید ہے کہ ایک مشترک حل نکل جائے گا؛ کیونکہ افغان ملت ایک مشترک زبان اور کلچر کے لوگ ہیں تو خود ہی کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے-البتہ پھر بھی شروع ہونے کے بعد اس پر غور کیا جاسکتا ہے کہ ٹرک ٹو کی سفارتکاری سے کس حد تک معاونت لی جاسکتی ہے؟

سوال: کس طرح سے ممکن ہے کہ عالمی امداد افغانستان کے لیے حاصل کی جائے اور افغانستان میں شرح افلاس کم کیا جائے؟ کیا امارتِ اسلامیہ کے پاس کوئی پلاننگ ہے؟

محمد سہیل شاہین: اسلامی نظام کے اندر تمام ملت والوں کے لیے چاہے وہ اندرون ملک میں ہوں یا باہر ہوں خدمت کے مواقع موجود ہیں۔وہ تمام تعمیراتی، اقتصادی اور بہبودی کاموں میں حصہ لے سکتے ہیں-ڈاکٹر صاحب آپ اور عابدی صاحب کے بشمول تمام افغانیوں کو دعوت دیتا ہوں کہ ہمارے معاون بنیں اور معاشی سلسلہ میں اپنے آراء سے آگاہ کیجیے آپ کی آرا ہماری پالیسی کا حصہ ہوں گی-

سوال: اس وقت افغانستان میں استعمار کی وجہ سے چار ملین سے زائد نوجوان منشیات کے عادی ہوگئے ہیں جس میں ہر طبقہ کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اقتصادی نگاہ سے یہ

بہت خطرناک بات ہے آپ اسے کس طرح لیتے ہیں؟

قاری دین محمد صاحب: امارتِ اسلامیہ کے قیام کے دوران مرحوم امیر المؤمنین کے ایک فرمان کے نتیجہ میں منشیات کی کاشت صفر تک آگئی تھی-افغانستان میں یہ کاشت شروع سے کچھ کچھ تھی لیکن روسی استعمار کے وقت اس میں اس وقت اضافہ ہوا جب لوگ فقر وفلاس سے لاچار ہوگئے اور حکومت کے نہ ہونے کی وجہ سے ہر طرح کے روزگار سے محروم ہوگئے۔آج تک اسی وجہ سے اس کاشت میں اضافہ ہو رہا ہے-امارتِ اسلامیہ کا منصوبہ ہے کہ پہلے روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں اور پھر اس ناسور پر پابندی لگائے گی ان شاءاللہ۔اس طرح پابندی لگانے سے یہ کاشت ختم بھی ہو جائے گی جس طرح پہلے اپنے دورِ حکومت میں ثابت کیا تھا-

سوال: وہ افغان فاطمیین جو لبنان میں لڑتے تھے اگر واپس آجائیں تو کیا وہ یہاں قومیت اور تعصب کو فروغ نہیں دیں گے؟ان کو روکنے کے لیے کیا لائحہ عمل ہوگا؟

شیخ سید رسول حلیم: فاطمیین ہو یا داعش غور کیا جائے تو لوگ اس لیے ان سے متاثر ہوتے ہیں کہ لوگ اسلام سے صحیح واقفیت نہیں رکھتے اور اسی لیے ساتھ دیتے ہیں-اس لیے ان کا سدِ باب یوں ہی ممکن ہے کہ افغان ملت کو قرآن وسنت کی صحیح تعلیم سے روشناس کرایا جائے-افغانی روایات سے واقفیت دی جائے-اتحاد واتفاق کی اہمیت انہیں سمجھائی جائے-نیشنلزم وہ روگ ہے جو کسی قوم کے لیے سب سے مہلک ثابت ہوئی ہے اور استعماری فرقہ نے ہمیشہ یہی حربہ آزمایا ہے-اس لیے اس سے چھٹکارا لازمی ہے اور اس کے لیے مؤثر کام یہ ہے کہ عہدے اور مناصب پر اہل افراد کو محض اہلیت کی بنیاد پر فائز کیا جائے کسی قومی وطنی یا لسانی تعصب کا خیال نہ رکھا جائے تب گلو خلاصی ہو گی،ان شاءاللہ۔

سوال: اس وقت دنیا کی کئی مملکتوں میں اسلامی نظام کلی یا جزوی طور پر نافذ ہے-جیسے سعودیہ میں حدود کا نفاذ،صومالیہ،موریطانیہ اور دیگر میں-اب لوگ سوال یہ ہے کہ امارتِ اسلامیہ کس طرح کا نظام لانا چاہتی ہے؟

شیخ شہاب الدین دلاور: اسلامی نظام وہ جو قرآن وسنت میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے ہم اسی کو چاہتے ہیں-جس میں ظالم سے مظلوم کو حق دلایا جائے-جس میں کمزور اور طاقتور کے لیے یکساں قانون موجود ہو-جو اپنے متبعین کو جان مال اور اولاد کا تحفظ دیتا ہو-جس میں حدود کا نفاذ ہو-جس میں ملت کے لیے ہمہ تن امن وسرور ہو-جو ہر لمحہ حیات کے لیے واضح ہدایات رکھتا ہو-جس کے نفاذ میں اعتدال ہو-کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ پھر امارتِ اسلامیہ کے دور میں افراط اور تفریط سے کیوں کام لیا گیا؟ تو اگر اس وقت کے حالات کو مدِنظر رکھا جائے پھر یہ اعتراض نہیں ہوگا-اس وقت لوگ اسلامی تعلیمات سے بہت دور ہوگئے تھے-جگہ جگہ چھوٹی بادشاہتیں قائم تھیں-ظلم اپنی انتہاء کو پہنچ چکا تھا اس لیے ضرورت تھی کہ بپھرے ہوئے ان لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کیا جائے اور اگر کہیں کچھ زدوکوب کی ضرورت پڑے تو وہ بھی بروئے کار لار لایا جائے چنانچہ یہ بنیادی مقصد تھا اور ظاہر ہے ابتدا میں یہ تو ہوتا ہے اس لیے یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے-تو ہم وہ نظام لائیں گے جو افراط وتفریط سے خالی اور سو فیصد اعتدال پر مبنی ہو-

سوال: لوگ بکثرت یہ سوال کرتے ہیں کہ امارتِ اسلامیہ عورتوں کو حقوق نہیں دے گی۔خواتین ہمیشہ کی طرح پسماندہ رہیں گی،آپ اس کو کس طرح لیتے ہیں؟

شیخ شہاب الدین دلاور: افغان ملت کی نصف آبادی عورتوں پر مشتمل ہے-ویسے سب سے پہلے تو میں یہ واضح کر دوں کہ عورتوں کے حقوق کے بارے میں اسلام کو بھی الزام دیا جاتا ہے-تو یہ ذہن میں رہے کہ اسلام نے جتنے حقوق دیئے ہیں وہ کسی اور مذہب نے نہیں دیئے ہیں-میراث کے متعلق قرآن میں بارہ حصوں کا ذکر ہے جن میں آٹھ کا تعلق خواتین سے ہے-یہ کوئی کم بات ہے؟اسلام نے عورت کی پوری زندگی محنت کمائی سے فارغ کر رکھی ہے اور اس کا مکمل خرچہ مردوں کے ذمہ لگا رکھا ہے-چاہے اس کا لباس ہو کھانا پینا ہو یا کوئی اور ضرورت-اس کا مقصد یہ ہے کہ عورت کی زندگی کو سہولیات سے مالا مال کیا جائے اور ہر قسم کی تکلیف سے بچایا جائے-ہمارے ہاں تین باتیں کی جاتی ہیں میں ان کی وضاحت کیے دیتا ہوں:ایک عام حقوق کے متعلق جیسے باعزت زندگی گزارنا،بلوغ کے بعد اپنی مرضی سے شادی کرنا،جائز طریقہ سے کمائی کرنا،کسی چیز کا مالک ہونا،اسلامی احکام اور افغانی تہذیب کے مطابق تعلیم حاصل کرنا،اچھے کھانے پینے اور مناسب لباس رکھنا،میراث میں حقدار ہونا،اپنا علاج معالجہ کرانا،اور اپنی عزت وآبرو کے لیے عدالت میں مقدمہ لڑنا یہ سب وہ عام حقوق ہیں جو امارتِ اسلامیہ تسلیم کرتی ہے اور انہیں مہیا کرنے کا عزم مصمم رکھتی ہے۔استعمار کے قبضے کے بعد سے جہاں یہ نعرہ لگایا جاتا ہے کہ عورتوں کو حقوق دیے گئے ہیں،خواتین پر مظالم کے بہت سے واقعات ہوئے ہیں-صرف کابل کے اندر صدارتی ہاؤس سے چند ہی کیلو میٹر کے فاصلہ پر اس طرح کے اندوہناک واقعات پیش آئے جن کو زبان پیش کرنے سے قاصر ہے-خود اسی کابل انتظامیہ نے عورتوں کے نام پر جتنے اموال بٹورے ہیں وہ سارے کے سارے کرپشن کی نذر ہوئے ہیں-عورتوں پر جنسی تشدد کے کتنے واقعات ہوئے ہیں؟خود ہی سرچ کیجیے-یہ سب کچھ استعمار اور غیر کے قانون لاگو کرنے

سے پیش آئے ہیں؛اس لیے امارتِ اسلامیہ جس طرح انہیں عام حقوق دینے کا عزم رکھتی ہے اسی طرح ہر اس قانون کو بھی بدلے گی جو افغانی اور اسلامی روایات سے متصادم اور کسی بھی بے احترامی کا باعث بنتا ہے۔

دوسری بات تعلیم کے متعلق ہے تو اس باب میں یہ سمجھیے کہ اسلام نے تعلیم سے متعلق یہ فرمان جاری کیا ہے: طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم" اور مسلم کے لفظ میں یہ خطاب عورت کو بھی ہے اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ فرائض کی تعلیم عورت کا حق کیا اس پر لازم ہے اور ہماری طرف سے موقع فراہم کرنا ہم پر لازم ہے اور ہم ایسا کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔اس کے علاوہ طبی تعلیم اور دیگر ضروریات کی تعلیم بھی ہم ان کا حق سمجھتے ہیں۔البتہ یہ ضرور کہتے ہیں کہ تعلیم کا یہ پورا سسٹم اسلامی احکام کے دائرے اور افغانی روایات کی حدود میں ہوگا۔ہم سمجھتے ہیں کہ اگر عورتوں کو یہ بنیادی تعلیم نہ دی گئی تو ان ضروریات میں وہ دوسروں کی محتاج ہونگی اور ہم ایسا ہر گز نہیں ہونے دیتے۔

تیسری بات یہ ہے کہ عورتوں کا روزگار طلب کرنا اور اپنے گھر کو آرام دہ بنانا تو اس میں امارتِ اسلامیہ کا موقف یہ ہے کہ یہ بلاشبہ عورت کا بنیادی حق ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ مرحلہ بھی اسلامی دائرہ کے اندر ہو۔جس میں حجاب کی پابندی، عزت وآبرو کی حفاظت اور بے پردگی سے بچنا از حد ضروری امر ہے۔بہر حال امارتِ اسلامیہ تمام حقوق اور عورت کی انسانی کرامت کا احترام رکھتی ہے اور ساتھ میں یہ عزم رکھتی ہے کہ جو چیز ان کے حقوق میں رکاوٹ بنے گی اس کا ازالہ کیا جائے گا۔ہم نے اپنی طرف سے اس کا ثبوت بھی اپنے دور حکومت میں دیا ہے۔مرحوم امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نے اپنی امارت کے دوران عورتوں کے متعلق چھ فرامین جاری فرمائے تھے جن میں گویا عورتوں کے بنیادی حقوق کا مکمل احاطہ کر لیا تھا۔ان فرامین میں سے ایک یہ تھا کہ عورت کو میراث میں ضرور حصہ ملے گا۔دوسرا یہ تھا کہ بیوہ کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کا اختیار ہے وہ کسی خاندانی یا دیگر کسی قید میں نہیں جکڑی جائے گی۔تیسرا یہ تھا کہ اب تک جو بیہودہ رواج چل پڑا ہے کہ دشمنی میں عورتیں دی جاتی ہیں آج سے یہ کالا قانون ختم، اب کوئی عورت دشمنی کی بھینٹ نہیں چڑھے گی۔ڈاکٹر صاحب آپ بتائیں اتنے واضح حقوق کے بعد اس الزام کی حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟ اور عورت کا کونسا حق باقی بچتا ہے جو امارت اسلامیہ اس میں رکاوٹ بنتی ہو؟

سوال: گزشتہ کل امریکا نے مختلف شہروں میں بمباری کی ہے کیا یہ امن معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں ہے؟

نوری صاحب! جس وقت ہم معاہدہ دستخط کرنے جارہے تھے اس وقت امریکا نے خواہش کی تھی کہ خوشگوار فضا بنانے کے لیے چند دن جنگ کی شرح کم کی جائے۔جس کا مقصد ہمارے اتحاد کا امتحان لینا تھا۔ہم نے ان کی خواہش پر امن کی خاطر ایک ہفتہ کے لیے کمی کر دی۔جب معاہدے پر دستخط ہوا تو اس بات پر اتفاق ہو کہ جنگ کی شرح اب یہی رہے گی۔امریکا بھی اپنی طرف سے ڈرون حملوں اور دفاعی حالت کے بغیر اقدام سے اجتناب کرے گا اور کابل انتظامیہ کو بھی کنٹرول کرے گا۔البتہ امارت اسلامیہ کابل انتظامیہ کے ساتھ کسی بھی معاہدہ کا پابند نہیں۔اس کے خلاف ہر طرح کی کاروائی کا حق رکھتی ہے۔امارت اسلامیہ نے امن کی خاطر معاہدہ کی بھرپور پاسداری کی ہے اور فدائی حملوں اور بڑے شہروں میں کاروائی نہیں کی ہے، البتہ امریکا جس طرح آپ نے کل کا حوالہ دیا، وہ مسلسل خلاف ورزی پہ خلاف ورزی کر رہا ہے۔اسی طرح اس کے کٹھ پتلی بھی۔ان خلاف ورزیوں کا اچھا نتیجہ نہیں نکلے گا۔جنگ میں مزید اضافہ ہوگا اور حالات میں کشیدگی پیدا ہوگی کیونکہ ہم بھی پھر ردعمل کا حق رکھتے ہیں؛اس لیے ان کو اس طرح بدعنوانیوں سے باز رہنا چاہیے۔

صحافی: اشرف غنی اور دیگر افراد کو اپنی بدعنوانیوں اور کرپشن کے احتساب کا ڈر ہے تو آپ کا طرز عمل ان کے ساتھ کیا ہوگا؟

شیخ حلیم صاحب: حقوق دو طرح کے ہوتے ہیں ایک حقوق اللہ ہیں اور دوسرے حقوق العباد۔حقوق اللہ میں اگر کوئی شخص اونچ نیچ سے کام لے لے وہ توبہ سے معاف ہو سکتے ہیں۔اور جو حقوق العباد ہیں اس میں ایک وہ ہوتے ہیں جن کا مدعی ریاست ہو جیسے بنجر زمینیں، غیر آباد زمینیں، سرکاری املاک اور بیت المال وغیرہ۔اس میں اگر کوئی ملوث ہو تو اس کا کڑا احتساب ہوگا۔اور ایک قسم وہ ہیں جن کے مدعی عام افراد ہوں۔اس میں اصول یہ ہے کہ مدعی سے معاف کروائے تب تو معاف ہے ورنہ نہیں۔

صحافی: عمری صاحب سے درخواست ہے کہ گوانتاناموجیل کا کوئی واقعہ اور تاثر بیان فرمائیں؟

عمری صاحب! میں آپ کو اس بدنام زمانہ جیل کا خلاصہ بتادیتا ہوں۔میں جیل میں اپنے ساتھیوں سے کہا کرتا تھا کہ جیل سے رہائی کے بعد اگر کسی نے میرے سامنے امریکن کے لیے انسان کا لفظ تک استعمال کیا تو میں اسے گولی ماردوں گا۔ان کی مکمل کوشش یہ ہوتی تھی کہ قیدی کو بہرحال تکلیف در تکلیف میں اتنا مبتلا کیا جائے کہ آخر کار وہ شدید اعصابی تناؤ کا شکار ہو جائے۔کسی بھی مرحلہ پر انہوں نے کوئی انسانی روش نہیں اپنائی ہے۔

خوشی کی قدر اور اس کے حصول کے ذرائع

حسن مہمند

جب انسان ہر طرف سے غم واندوہ میں مبتلا ہو اور بظاہر خوشی و شادمانی کے کچھ اسباب میسر نہ ہوں تو ایسے میں خوشی کا احساس ہی ناممکن نظر آتا ہے۔ کورونا کی وجہ سے پیدا شدہ صورت حال کو دیکھتے ہوئے تقریباً ہر انسان کی یہی حالت ہوگئی ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ احساسِ خوشی و شادمانی کے بنا زندگی نامکمل ہے اور بظاہر کورونا کے مضر اثرات سے بچنا بھی ناممکن ہے۔

'خوشی' چار لفظوں سے مرکب ایک ایسا لفظ ہے جسے ہر انسان شدت سے چاہتا ہے بلکہ بیش تر انسانوں کی زندگی میں تمام تر جدِوجہد کا حاصل ہی خوشی کا حصول ہوتا ہے۔ یہی ان کی زندگی کا بنیادی محور ہوتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اسی مقصد کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ لیکن خوشی کی مثال اس خوب صورت پرندے کی سی ہے جو ایک شاخ پر بیٹھ جائے تو اس شاخ میں تروتازگی پیدا ہو جائے لیکن ایک ہی لمحے بعد وہ اس شاخ سے اٹھ کر دوسری شاخ پر جا بیٹھے اور اس کی جگہ ایک بدصورت کوا آ کر بیٹھ جائے تو اس کی خوب صورتی چلی جائے۔ انسانوں کو اللہ تعالی کی طرف سے بہت ساری نعمتیں دی گئی ہیں، اگر انسان ان نعمتوں کی اہمیت پر غور و فکر کرے اور غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ میں خود کوشش کر کے ان نعمتوں کو حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ میں ان نعمتوں کا کسی طرح اہل نہیں تھا بلکہ یہ سب اللہ تعالی کی جانب سے خصوصی کرم ہے تو اسے خوشی و شادمانی کا احساس ہونے لگتا ہے، جس کے نتیجے میں خوشی اور نعمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب اللہ تعالی کی جانب سے ان پر امتحانات آتے ہیں تو غم واندوہ کی کیفیت میں بھی صبر کر کے نہ صرف مصیبت میں کمی آتی ہے بلکہ خوشی و شادمانی کا احساس بھی ہونے لگتا ہے اور اللہ تعالی کے محبوب بندوں میں بھی شمار ہونے لگتا ہے۔ سورۃ آل عمران میں ارشاد خداوندی ہے: "انبیائے کرام میں سے بہت سارے ایسے تھے جو اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کرتے تھے، ان کے ساتھ بہت سارے خداپرست بھی ہوتے تھے، نہ وہ اللہ تعالی کی جانب سے مصیبتوں پر ہمت ہارتے، نہ کمزوری دکھاتے اور نہ ہی سر جھکاتے تھے۔ اللہ تعالی صبر کرنے والوں کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔" مومن کی زندگی اسی شکر اور صبر کے بیچوں بیچ ہوتی ہے۔ صبر اور شکر کی ملی جلی کیفیت سے مومن ہی لطف اندوز ہو سکتا ہے، غیر مسلم اس لطف سے مکمل طور پر محروم ہے۔ وہ معمولی مصیبت کے وقت غیر معمولی طور پر پریشانی دکھاتے ہیں، جس کے سبب وہ مختلف بیماریوں کے شکار ہو جاتے ہیں، جس سے نجات کی واحد راہ وہ موت ہی میں تلاش کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان میں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے نام نہاد مسلمانوں میں خودکشی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ یہی صبر ہے جو ایک مسلمان کے اندر مصیبت کے وقت بھی خوشی کا احساس بیدار کر کے نیک انجام کی توقع رکھنے کی ترغیب دیتا ہے، مثبت پہلوؤں کو دیکھتا ہے اور منفی پہلوؤں کو نظر انداز کرتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ خوشی و مسرت کے حصول میں انسان کے عمل کا بھی بنیادی کردار ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسے آج کل ایک فن کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے جسے سکھانے کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو خوشی اس قابل ہے کہ باقاعدہ اسے فن کی حیثیت دے کر سیکھنے سکھانے کا اہتمام کیا جائے۔ لیکن ہمارے ہاں یہ المیہ ہے کہ اسے خصوصی طور پر سیکھنے کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا۔ حالاں کہ اس حوالے سے شریعت مطہرہ کی تعلیمات اتنی واضح اور خوش کن ہیں کہ اگر ان پر عمل درآمد کیا جائے تو پریشانیوں کے خاتمے کے ساتھ تمام شکایات ختم ہو جائیں گی۔ اصحابِ دانش کا خیال ہے کہ خوشی کا تعلق انسان کے قوت برداشت اور صبر کے ساتھ ہے، قوت برداشت اور صبر جس پیمانے کی ہوگی اسی پیمانے کی خوشی و کامیابی بھی ہوگی۔ اگر آپ اپنی قسمت پر شاکی نہیں ہیں، مصیبت، غم اور نقصان کے وقت صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے، کسی شخص کی جانب سے نامناسب سلوک کے وقت جلد ہی رد عمل نہیں دکھاتے، اختلاف رائے کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے ہیں تو جان لو کہ آپ نے خوشی کا فن حاصل کر لیا ہے۔

اگر راحت و زحمت نے تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہیں کیا، غم واندوہ اور خوشی و مسرت دونوں کیفیات میں زبان پر اللہ تعالی کا ذکر ہی جاری رہا اور انسانوں کی خوشی میں اپنی خوشی تلاش کی تو خوش قسمت ہو اور حقیقی و دائمی خوشی تمہارے نصیب میں ہے۔ عارضی چیزوں میں خوشی تلاش کرو گے تو خوشی بھی عارضی ہوگی۔ حادثات اور واقعات کے وقت بے صبری دکھانے والا اور نامناسب سلوک پر آپے سے باہر ہونے والا شخص زندگی میں کوئی بڑی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ پریشانی اور اضطراب کا بنیادی سبب ان چیزوں پر ناراض ہونا ہے جو کچھ آپ کے پاس موجود ہیں۔ ایسے میں ترمذی شریف کی وہ حدیث پیش نظر رہنی چاہیے جس میں رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہے کہ وارض بما عندک تکن اغنی الناس "جو کچھ تمہارے پاس موجود ہیں ان پر راضی ہو جا، سب سے زیادہ غنی

بن جاؤ گے "کسی چیز کے حاصل کرنے کی کوشش کے باوجود حاصل نہ ہونے والی چیز کو معمول کا واقعہ سمجھ کر ناراضگی کا اظہار نہ کرنا چاہیے۔ان کے لیے ضرورت سے زیادہ پریشانی نہ دکھانی چاہیے کیوں کہ یہی پریشانی بعد میں ذہنی بیماری کا باعث بن جاتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ زندگی میں از خود کوئی مسرت نہیں ہے، مسرت وشادمانی اس وقت آئے گی جب اللہ تعالی اس میں برکت اور خوشی کے اسباب پیدا کریں۔ بہت سارے ایسے لوگ ہیں جن کی زندگی میں خوشی کے تمام اسباب موجود ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی زندگی خوشیوں سے خالی ہوتی ہے، بہت سارے لوگ ایسے ہیں جن کی زندگی میں خوشی وشادمانی کے اسباب تو نہیں ہوتے مگر وہ سب سے زیادہ خوش ہوتے ہیں۔ شریعت نے خوشی حاصل کرنے کے بہت سارے اسباب بھی ذکر کیے ہیں اور یہ ایسے اسباب ہیں جنھیں ماہرین نفسیات بھی بتا چکے ہیں۔

1- **مثبت فکر:** منفی باتوں میں بھی مثبت پہلو تلاش کرنے کی عادت ڈالیں۔ روزانہ کی بنیاد پر اللہ تعالی کی تین نعمتوں کے ایسے پہلوؤں پر غور وفکر کریں جو تم سے پوشیدہ ہوں، چالیس دن تک مسلسل ایسا کرتے رہنے سے بلاشبہ آپ مثبت فکر کے حامل بن کر حقیقی خوشی حاصل کر لیں گے۔

2- **معمولی کامیابیوں کو اہم سمجھنا:** زندگی میں کبھی بھی اپنی خوشی کو کسی بڑی کامیابی پر منحصر نہ کرنا، شاید کوئی بڑی کامیابی کسی بھی وقت حاصل نہ کریں تو ہمیشہ کے لیے خوشی سے محروم رہیں گے۔ معمولی کامیابیوں کو بھی اہم سمجھیں تاکہ خوشی کے حصول کے ذرائع زیادہ ہوں اور ہمیشہ کے لیے خوش رہیں۔

3- **معاملات میں توازن:** زندگی میں بہت کچھ کرنا ہوتا ہے مگر یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ اپنے جسم، اہل و عیال اور دوستوں عزیزوں کا بھی تم پر حق ہے۔ زندگی کے دیگر کاموں کے ساتھ ساتھ کھیل اور تفریح طبع کو بھی وقت دینا چاہیے، اہل و عیال اور دوست و اقارب کو بھی وقت دینا چاہیے تاکہ حقیقی خوشی حاصل کر سکیں۔

4- **تعمیری اور تخلیقی فکر:** تمام مثبت و منفی امور میں تقلید محض کرنے کی بجائے فعال کردار ادا کر کے مثبت چیزیں لے لینے اور منفی چیزیں ترک کرنے اور اس عمل کو رواج دینے کی طرح ڈالیں تو حقیقی خوشی حاصل کر لیں گے۔

5- **اپنی کوتاہیوں پر نظر رکھ کر انھیں حقیقی کوتاہی تسلیم کریں:** اپنی کوتاہیوں کی نشان دہی کرنے کے بعد اسے حقیقی کوتاہی مان کر تسلیم کریں۔ اس کے بعد اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں۔ اگر کوتاہیاں مان لیں تو حقیقی خوشی حاصل کر سکیں گے۔ کیوں کہ اپنے عیوب سے اس وقت چھٹکارا حاصل کیا جاسکتا ہے جب اسے کوتاہی مان کر تسلیم کیا جائے۔

6- **اپنی مرضی کے کام منتخب کیجیے۔** آپ زندگی میں بہت سارے کام اور خدمات انجام دے سکتے ہیں، لیکن ان میں کچھ کام ایسے ہیں جن کے ساتھ آپ کی فطری دل چسپی ہے، جب کہ کچھ کام ایسے ہیں جو عام طور طبعیت پر بوجھ ہیں۔ آپ اپنے لیے اس کام کا انتخاب کریں جس کے ساتھ آپ کی دل چسپی ہو، ایسے کام کرنے سے گریز کریں جس کی طرف فطری میلان نہ ہو۔

7- **ماضی کی منفی باتوں کو بھول جائیں۔** ماضی کی منفی باتیں دل پر مت لیا کریں اور نا ہی ان پر خواہ مخواہ پریشان ہوا کریں۔ وہ کچھ جسے تبدیل کرنے کی تم میں سکت نہیں، بھول جائیں۔ تمہارا حال تمہارے اختیار میں ہے، لایعنی اور گناہ کے کاموں میں وقت ضائع نہ کریں، اس سے فائدہ اٹھا کر مستقبل میں اپنے رب پر توکل کریں۔

8- **خود اعتمادی:** خود کو بے کار نہ سمجھیں۔ بلکہ ہمیشہ یہ سوچیں کہ مجھے اللہ تعالی نے بہت ساری ایسی صلاحیتوں سے نوازا ہے جو دوسروں میں نہیں ہیں۔ تب آپ کے اندر خود اعتمادی آئے گی اور احساس کمتری سے محفوظ ہو جائیں گے۔

9- **اپنی زندگی کا دوسروں کے ساتھ موازنہ نہ کریں۔** ان لوگوں کی زندگیوں کے ساتھ اپنی زندگی کا موازنہ نہ کریں جو آپ کے نزدیک بہتر زندگی گزارتے ہیں، کیوں کہ ایسے میں آپ زندگی کی حقیقی خوشیوں سے محروم ہو جائیں گے۔ بہت سارے ایسے لوگ جن کی زندگی بہ ظاہر اچھی اور بہتر نظر آتی ہے لیکن دراصل وہ مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ بہت سارے ایسے لوگ ہوں گے جو بہ ظاہر بدحال ہوں گے لیکن درحقیقت ان کی زندگی پُرسکون ہوتی ہے۔

10- **اپنی اچھی صفات کو پیش نظر رکھیں:** بسا اوقات آپ اس بات سے بھی بلاوجہ پریشان ہو جائیں گے کہ آپ کے اندر کوئی اچھی صفت نہیں ہے، اپنی خامیوں کی طرف متوجہ ہو کر انھیں دور کرنے کی کوشش کرنا اچھی بات ہے مگر یہ ہماری خوبیوں پر پردہ ڈالنے کا سبب نہ بنے۔ تاکہ ہم بلاوجہ پریشانی میں مبتلا ہو جائیں، اپنی اچھی صفات کو بھی پیش نظر رہنی چاہییں تاکہ ہم حقیقی خوشی حاصل کر سکیں۔ ہم سبھی جانتے ہیں کہ دنیا کی زندگی نہایت مختصر اور عارضی ہے۔ لہٰذا عارضی زندگی میں ابدی زندگی کے لیے کام کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ دنیا سے اطمینان کے ساتھ رخصت ہو جائیں اور دائمی و حقیقی خوشی حاصل کر سکیں۔

فاتح افغان

جنگ کے اسلامی اصول

ترجمہ وتلخیص: ابو محمد الفاتح

زمین پر انسانی آبادی کے ساتھ ہی بنی آدم کے درمیان اختلافات کی فضا بن گئی۔ کسی نے دوسرے کا حق مارا تو دوسرے نے تیسرے کا حق قبضہ کیا۔ اپنے حق کی وصولی کے لیے جنگ اور اختلاف ایک ناگزیر امر ہے۔ ظالم اگر اپنے ظلم کی خاطر کوئی بہانہ ڈھونڈتا ہے تو مظلوم اپنے ظلم کے خلاف لڑنے کے لیے مجبور ہے۔ اب یہ جنگیں ظاہر ہے کہ اپنے ساتھ فسادات، قتل وقتال، خون خرابہ اور تخریب کاری لاتی ہیں۔ لیکن یہاں یہ کہ جنگیں متعلقہ مقامات سے تجاوز نہ کریں اور اپنے مورد پر رہیں اس کام کے لیے اصول وضوابط رکھنے ہونگے۔ ہمارے دین حنیف اسلام نے جنگ سے پہلے، جنگ کے بعد اور عین جنگ کی حالت کے لیے بڑے زبردست اصول رکھے ہیں جو عقل اور دانش سے ہمہ جہت ہم آہنگ ہیں۔ ذیل میں ان پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی جائے گی۔

جنگ سے پہلے

اسلحہ بنانے اور استعمال کرنے کے اصول:

بلاشبہ اسلام نے دشمن کے خلاف ہمہ وقت تیار رہنے اور ہتھیار بنانے کا حکم دیا ہے، تاکہ دشمن کے ساتھ قوت میں توازن برقرار رہے لیکن اس کے ساتھ ہی کچھ پابندیاں بھی لگا رکھی ہے۔ اسلام نے اس طرز کے ہتھیار استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے جس میں نوع انسانی کی تباہی ہو۔ عام تخریب کاری اس سے پیش آتی ہو۔ کیونکہ اس طرح کے ہتھیاروں کے استعمال سے انسانی شرافت پامال ہوتی ہے اور اسلام انسانی جان ومال کی شرف کا نہ صرف یہ کہ احترام کرتا ہے بلکہ اسے ہر مقام پر اپنا خصوصی امتیاز عطا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اپنے متبعین کو واضح ہدایت دی ہے کہ جنگ سے پہلے آپس میں مشورہ کرکے ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حملہ کا منصوبہ بنائیں۔ دشمن کو پہلے سے آگاہ کررکھیں کہ ہم حملہ کرنے آرہے ہیں۔ انہیں اپنے حملہ سے غفلت میں نہ رکھیں۔ اندھے آپریشن سے سخت اجتناب کریں۔ شروع سے ہی جنگی اور غیر فعال لوگوں کو دھیان میں رکھ کر ٹارگٹ کریں۔ طبی سہولیات، انسانی حقوق اور اس طرح کی دیگر اشیاء متاثر نہ ہونے دیں۔ اگر کہیں گولہ باری کرنی ہو تو اس میں جانب مقابل کے اندر مظلوم اور مجبور طبقہ کا بھرپور خیال رکھیں۔ ابتداء سے ہی یہ بات ملحوظ رکھیں کہ عبادت گاہیں، مقدس مقامات، عوامی مراکز، طبی مراکز، بجلی گیس اور پانی کے منابع اور دیگر عام المنفعت مقامات حملے میں محفوظ رہیں۔ قرآن، حدیث اور فقہ کی جزئیات اور اسلامی لشکروں کا طرز عمل ان باتوں کا شاہد ہے۔

عین جنگی حالت:

بچوں اور خواتین کے قتل کی ممانعت:

اسلام نے جنگ کی حالت میں جانب مقابل میں یہ تفریق کررکھی ہے کہ جو جنگ کے قابل نہ ہو یا براہ راست شریک کار نہ ہو اس کا قتل ممنوع ہے۔ اسی وجہ سے بچے، خواتین، بزرگ اور تمام معذور اور معیوب لوگوں کا قتل حرام ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ:

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما: (إن امرأة وجدت في بعض مغازي النبي ﷺ مقتولة. فأنكر رسول الله صلى الله عليه وسلم قتل النساء والصبيان) رواه البخاري

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی غزوہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک مقتول عورت کی لاش برآمد ہوئی تو حضور ﷺ نے بچوں اور خواتین کے قتل کو ناپسند فرمایا (یعنی ممانعت فرمائی)

اس حدیث کی روشنی میں علامہ نووی رحمہ اللہ نے امت کا اجماع نقل کیا ہے کہ اسلام میں بچوں اور خواتین کو مارنا حرام ہے. جب تک وہ خود جنگ میں حصہ نہ لیں۔

+ قال الإمام النووي رحمه الله في شرحه (أجمع العلماء على العمل بهذا الحديث وتحريم قتل النساء والصبيان مالم يقاتلوا) شرح النووي على صحيح مسلم (48/12)

یہی حکم ان عابدوں، راہبوں، معمر افراد اور ان تمام افراد کے لیے ہے جو جھگڑے سے کنارہ کش رہتے ہیں۔

مثلہ اور لاشوں کی توہین سے ممانعت:

انسان کی سرشت میں یہ بات ہے کہ دشمن کے ساتھ سخت سے سخت سلوک روا رکھنا چاہتا ہے۔ دشمن کو برے طریقہ سے قتل کرنا اور وحشت ناک اور اذیت ناک طریقوں سے تکلیف میں رکھنا چاہتا ہے۔ انسانی تاریخ میں مردہ لاشوں کو پاؤں تلے روندنے، مقتولین کی لاشوں کا مثلہ کرنے اور ان کی تذلیل کرنے کے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔ لیکن اسلام نے اپنے متبعین کو یوں بے مہار نہیں چھوڑا ہے کہ جو جی میں آئے کر گزرے۔ اسلام نے بڑے واضح انداز میں مثلہ اور لاشوں کی بے حرمتی سے منع کیا ہے اور بہت سختی برتی ہے۔ چند نصوص پیش خدمت ہیں:

عن سمرة بن جندب وعمران بن حصين رضي الله عنهما، قالا ما خطبنا رسول الله إلا أمرنا بالصدقة ونهانا عن المثلة [المسند (436/4)].

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب اور عمران بن حصین رضي الله عنهما سے روایت ہے

کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان وعظ کے لیے کھڑے ہوئے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا اور مثلہ سے منع فرمایا۔

عن بریدة عن أبیه، قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم إذا أمر أمیرا علی جیش أو سریة أوصاه في خاصته بتقوی الله، ومن معه من المسلمین خیرا، ثم قال: (اغزوا باسم الله في سبیل الله، قاتلوا من کفر بالله، اغزوا ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا . . .) الحدیث، صحیح مسلم (1357/3)

ترجمہ: بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کا امیر مقرر فرماتے تو اسے تقویٰ اور مسلمانوں سے اچھے سلوک کی وصیت فرماتے۔ پھر فرماتے تھے کہ اللہ کے نام سے اللہ کے رستے میں جہاد کرو۔ جو اللہ کا انکار کرے اس سے لڑو۔ جہاد ضرور کرو لیکن خیانت نہ کرو۔ دھوکہ مت دو۔ مثلہ نہیں کرو۔

ان نصوص سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں قتل کے لیے عام روش کی اجازت تو ہے البتہ ماورائے انسانیت طریقے جیسے مثلہ، لاشوں کی بے حرمتی اور دیگر اذیت ناک طریقوں سے قتل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

جنگ کی حالت میں ماحول کی حفاظت اور تخریب کاری کی ممانعت:

یہ اسلام ہی کا امتیاز ہے کہ عام حالات میں بھی ماحول کو درست رکھنے کی ہدایت کی ہے۔ ساتھ ہی بے جا تخریب کاری سے جگہ جگہ ممانعت فرمائی ہے۔ انسان تو دور کی بات ہے جانوروں اور پودوں تک کو بھرپور حفاظت دی ہے۔ اس تناظر میں حالتِ جنگ کے اندر اس حکم میں شدت اور بڑھتی ہے، چنانچہ اس بارے میں خلیفۂ بلا فصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی واضح ہدایات موجود ہیں:

عن أبي بکر رضي الله عنه، عندما أوصی یزید بن أبي سفیان، فقال: " لا تقطعوا شجرا، ولا تخربوا، ولا تفسدوا ضرعا" [المبسوط للسرخسي] ترجمہ: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یزید بن سفیان رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی، کہ درختوں کو نہ کاٹو۔ گھروں کو نہ اجاڑو۔ جانوروں کو قتل نہ کرو۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول محاذ پر بھیجنے کے وقت کچھ اس انداز سے وصیت فرماتے ہیں جنہیں عالمی سطح پر جنگ کے رہنما اصول قرار دیا جاسکتا ہے:

"أیها الناس قفوا أوصکم بعشر فاحفظوها عني: لا تخونوا ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا طفلاً صغیراً ولا شیخاً کبیراً ولا امرأة ولا تعقروا نخلاً ولا تحرقوه، ولا تقطعوا شجرة مثمرة ولا تذبحوا شاة ولا بقرة ولا بعیراً إلا لمأکلة، وسوف تمرون بأقوام قد فرغوا أنفسهم في الصوامع فدعوهم وما فرغوا أنفسهم له". کنز العمال.

ترجمہ: لوگو! ٹھہر جاؤ! میں دس وصیتیں کرتا ہوں تم مجھ سے یاد کرو! خیانت نہ کرو۔ مالِ غنیمت میں خیانت نہ کرو۔ دھوکہ نہ دو۔ مثلہ نہ کرو۔ چھوٹے بچوں کو قتل نہ کرو۔ عورتوں کو قتل نہ کرو۔ معمر افراد کو قتل نہ کرو۔ کھجور کے درختوں کو کاٹو اور نہ ہی جلاؤ۔ دیگر ثمر دار درختوں کو نہ کاٹو۔ گائے، اونٹ کو کھانے کے علاوہ ذبح نہ کرو۔ آپ کا سامنا ایسے لوگوں سے ہوگا جنہوں نے اپنے آپ کو عبادت کے لیے فارغ کیا ہے انہیں نہ چھیڑو اور عبادت کے لیے چھوڑ دو۔

جنگ کے بعد کے اصول

عہد پر قائم رہنا:

اسلام میں عام طور پر عہد پر قائم رہنے اور وعدہ وفا کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔ جنگ کے موقع پر ان چیزوں کا خیال رکھنے کو مزید تائید ملی ہے۔ دشمن کے ساتھ کیے گئے وعدے اور عہد و پیمان میں غدر و خیانت پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اسلام کی خصوصیات میں یہ سب باتیں شامل ہیں۔ اسی طرح سے پناہ مانگنے والوں کو امن دینا، امانت کو اپنے اہل کے سپرد کرنا اور دشمن کے نمائندوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا سب وہ زریں اصول ہیں جو اسلام نے ہی عنایت فرمائے ہیں۔

قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک:

تاریخ کی کتابوں میں یہ بات درج ہے کہ اسلام سے پہلے قیدیوں کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا، اسلام نے ایک تو اس ظالمانہ سلوک کو یکسر ختم کر دیا۔ دوسرا بڑا قابل تحسین فرمان یہ صادر کیا کہ قیدی کی ذمہ داری اور اس کا فیصلہ امیر اور حاکم وقت پر ہے۔ اس کے علاوہ کسی کو اختیار نہیں ہے۔ خود وہ بھی مکلف ہے کہ قیدی کو اپنے بھائیوں کی طرح رکھے۔ ابن ہمام رحمہ اللہ اپنی کتاب فتح القدیر میں لکھتے ہیں: لیس لواحد من الغزاة أن یقتل أسیرا بنفسه لأن الرأي فیه الی الامام.

ترجمہ: کسی بھی مجاہد کے لیے جائز نہیں کہ کسی قیدی کو اپنی رائے پر قتل کرے؛ کیونکہ یہ اختیار صرف امیر کو حاصل ہے۔

قرآن عظیم الشان اور احادیث میں قیدی کے متعلق واضح فرامین موجود ہیں۔ قیدی کے کھانے کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: {وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا} الإنسان 8

اسلام نے اپنے متبعین کو قیدیوں کے کھانے پینے، لباس، تکلیف سے بچانے اور انہیں ہر طرح کی راحت پہنچانے میں کیا تعلیم دی ہے؟ اس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے غزوہ کے موقع پر اس جامع انداز میں یوں فرمایا: (اِسْتَوْصُوا بِالْأُسَارَىٰ خَيْرًا) رواه الطبراني.

ترجمہ: قیدیوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت مجھ سے قبول کرلو۔

فقہاء اسلام نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ قیدی کو بلاوجہ تکلیف دینا، مشقت میں ڈالنا، حد سے زیادہ بوجھ لادنا اور کسی بھی طرح نامناسب سلوک کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

۱۹۴۹ کا جنیوا معاہدہ جن اخلاقی اقدار، انسانی سلوک اور رحم پر مشتمل احکام اور سفارشات پر مبنی ہے یہ بے شک ایک اچھا اقدام ہے لیکن اسلام نے اس وقت یہ سب کچھ

بتادیا تھا جس وقت یہ مغربی قانون وجود میں نہیں آئے تھے- جنیوا کنونشن تو چودہ صدیاں بعد میں آئی اور صرف کاغذ کی حد تک کچھ سفارشات پیش کیں، لیکن اسلام نے چودہ صدیاں قبل نہ صرف یہ کہ یہ بے مثال اخلاقی ریکارڈ قائم کیا بلکہ اسلام کے متبعین نے ہر ہر مقام پر عمل سے ثبوت بھی دیا-

جنیوا کنونشن کے بنانے والوں تک نے اسی دن سے آج تک کوئی قابل فخر اور قابل ذکر کارنامہ سرانجام نہیں دیا ہے- اسی معاہدہ میں شامل بہت سارے ممالک آج بھی اسی معاہدہ کے قوانین پامال کررہے ہیں- قیدیوں کے ساتھ وحشتناک مظالم کررہے ہیں- ابوغریب اور گوانتنامو کی جیلیں اس کی شاہد ہیں-

بیواؤں اور یتیموں کی دیکھ بھال اور بچوں کی تعلیم:

یہ حقیقت ہے کہ جنگ میں مٹھائیاں نہیں بٹتیں- لڑائی کے دوران لوگ قتل ہوتے ہیں- جسم زخمی ہوتے ہیں- خون بہتا ہے- بچے یتیم ہوتے ہیں- عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں- گھر اجڑ جاتے ہیں- ایسی صورتحال میں اسلام کا طرۂ امتیاز رہا ہے کہ وہ تمام ادیان پر فائق ہے جس نے بیواؤں، یتیموں کی پرورش، ان کی مالی معاونت اور بچوں کی تعلیم کو خصوصی اہمیت دی ہے- بدر کے موقع پر بعض قیدیوں کا کفارہ یہ رکھا گیا کہ وہ مسلمان بچوں کو لکھائی سکھائیں گے- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کے گھروں میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کے بچوں کو آداب سکھاتے تھے-

اسلام کا یہ رویہ صرف اپنے متبعین کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام بیواؤں کو بلا تفریق مذہب اور یتیموں کو حقوق دینے کی سخت تاکید فرمائی ہے- یہی وہ تعلیم تھی جو پیغمبر اسلام صحابہ کو دیا کرتے تھے- بخاری شریف کی روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو میں عراق میں کسی بیوہ عورت کو ایسی حالت پر نہیں چھوڑوں گا کہ پھر وہ کسی کی محتاج رہے-

عمل درآمد کی ضرورت:

یہود اس لیے مذموم ٹھہرے تھے کہ وہ جنگ وقتال کے احکام وآداب کی رعایت نہیں رکھتے تھے اور روگردانی کرتے تھے:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لاَ تَسْفِكُونَ دِمَاءكُمْ وَلاَ تُخْرِجُونَ أَنفُسَكُم مِّن دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ {84} ثُمَّ أَنتُمْ هَؤُلاء تَقْتُلُونَ أَنفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقاً مِّنكُم مِّن دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِم بِالإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَإِن يَأتُوكُمْ أُسَارَى تُفَادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاء مَن يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنكُمْ إِلاَّ خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَى أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ {85} البقرة

عالمی انسانی قانون اسی لیے وجود میں آیا تھا کہ اس کے ذریعہ مظلوم اور بے گناہ افراد کا حق محفوظ ہو اور ان پر ظلم نہ ہونے دیا جائے لیکن جنگوں میں ان قوانین کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا- بظاہر تو دنیا کے اکثر ممالک نے جنیوا معاہدے پر دستخط کرکے اپنی وفاداری کی یقین دہانی کرائی ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ عملی میدان میں ایسا ہو نہیں رہا- ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ جنگوں میں اکثر تر عوام ہی قربانی بنتے ہیں -آج کے زمانہ میں عہد وپیمان، انسانی واخلاقی اقدار اور انسانی کرامت پامال ہی پامال ہیں، جو لوگ طاقت کے نشہ میں چور ہوں انہیں قانون کی پرواہ ہے اور نہ ہی کسی شرف اور اخلاقی اقدار کی- اسی لیے بہت سے جرائم کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں- ہمارا مشاہدہ ہے کہ دنیا کو آئے دن نت نئی مشکلات کا سامنا ہورہا ہے اور عالمی امن دن بدن شدید متاثر ہورہا ہے- اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ظالم طاقت کی وجہ سے سزا سے محفوظ ہوتا ہے اور مظلوم کی دہائی پہ کوئی شنوائی نہیں ہوتی اور جب ایسی صورتحال ہو تو ظاہر ہے کہ قانون کی پامالی اور حد سے تجاوز میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا-

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اکیلا عالمی قانون عالمی اور قومی جنگوں کے حل کے لیے ناکافی ہے- لیکن اسلامی قانون یہاں بھی اس انسانی جنیوا کنونشن کے قانون سے ممتاز ہے- امتیاز یہ ہے کہ اسلامی قانون سے سرمو انحراف کرنے والے کو بیک وقت دو سزائیں ملیں گی: ایک تو دنیوی سزا ہے جو حاکم وقت سے ملے گی اور دوسری سزا اخروی ہے جو اللہ کے ہاں سے ملے گی اور یہ ایسی موثر سزا ہے جس کا سامنا کرنے سے ہر مسلمان عاجز ہے کہ اس کا عقیدۂ آخرت کے دن پر قائم، اور حساب کتاب پر اس کا ایمان ہے- اللہ کی قدرت کاملہ اور تصرف کا اسے یقین ہے پھر وہ کبھی اس کا ارتکاب نہیں کرے گا- الحمدللہ امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین بڑی حد تک جنگ کے ان اسلامی اصول کی پابندی کرتے ہیں جبکہ جانب مقابل نے کبھی ان قوانین کی رعایت نہیں کی ہے- لاشوں کی توہین ان کے ہاں ایک عام بات ہے- شہداء کے اجساد کو جلانا، لاشوں پر پیشاب کرنا پوری دنیا دیکھ چکی ہے- زنگاوات میں بچوں اور عورتوں سمیت 16 افراد کو شہادت کے بعد تیل چھڑک کر جلانے کے المناک واقعات سب دیکھ چکے ہیں-

صوبہ قندوز میں ہسپتال پر امریکا نے عالمی قوانین پامال کرتے ہوئے بمباری کی جس میں کئی مریضوں اور ڈاکٹروں سمیت کئی افراد جل کر خاکستر ہوگئے- ہرات کے عزیزآباد میں تعزیت کے مراسم کو نشانہ بنایا گیا- جس میں دسیوں بچے اور عورتیں شہید ہوگئیں- اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں جن میں امریکی فوج نے عالمی جنگی قوانین کی مخالفت کی ہے لیکن افغان مظلوم ملت کی فریاد کسی نے نہیں سنی ہے- عالمی سوسائٹی کو اس وقت اسلامی جنگی اصول پر سختی سے اور فوری عملدرآمد کی ضرورت ہے- کہ یہ ہی واقعی اور حقیقی امن لانے میں کردار ادا کرتے ہیں- اصل بات عمل کی ہوتی ہے ورنہ قرطاس پر لکھے قوانین کوئی معنی نہیں رکھتے۔

سید عبدالرزاق

آیا صوفیا چرچ سے مسجد، میوزیم اور پھر مسجد تک

آیا صوفیا ترکی کے موجودہ استنبول اور سابقہ قسطنطنیہ شہر میں موجود ایک پر شکوہ اور شاہکار تعمیر ہے۔ یہ دنیا کے ان چند تاریخی مقامات میں سے ہے جن سے اسلام اور عیسائیت کے تاریخی اور مذہبی جذبات واحساسات وابستہ ہیں۔پانچویں صدی عیسویں میں اس کی بنیاد عیسائیوں کے سب سے بڑے گرجا کے طور پر رکھی گئی۔ روم کے پہلے عیسائی بادشاہ نے اس کی بنیاد رکھی اور بعد کے بادشاہوں نے اپنے اپنے ادوار میں اس کی تعمیر پر توانائی صرف کی۔ اس معبد کی وجہ سے قسطنطنیہ شہر بھی ایک بہت بڑا مرکز بن گیا جس کی وجہ سے یہ شہر روم اور فارس کی جنگوں میں اپنا وجود خطرے میں دیکھتا رہ گیا۔ اس لیے اسے حفاظتی اور دفاعی حصار مہیا کرنے کے لیے اس کے گرد تین مضبوط آہنی دیواریں بنادی گئیں جن کی بہ دولت بہ ظاہر اس کے وجود کو لاحق خطرہ ٹل گیا۔

تمام تر حفاظتی اقدامات کے باوجود عثمانی خلافت تک اکیس مرتبہ اس شہر کا محاصرہ ہوا جو اس کے دفاعی حصار کی وجہ سے ناکام رہا۔عیسائی دنیا کی پیہم جدوجہد رہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح عثمانی خلافت اور ترکوں کو یورپ سے نکالا جائے۔چنانچہ اس مقصد کے لیے کئی دفعہ پوری عیسائیت متحد ہوگئی۔اس کا ردعمل یہ ظاہر ہوا کہ عثمانی خلافت بھی اپنے خلاف ریشہ دوانیوں کے اس مرکز کے خاتمہ کا سوچنے لگی۔متعدد دفعہ کوشش کی گئی لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔بالآخر ترکی کے مردِ دانا اور اسلام کے بطلِ جلیل سلطان محمد فاتح نے ۸۵۷ ہجری میں یہ معرکہ سر کر لیا اور اپنے آہنی عزم اور استقامت سے یہ شہر فتح کر لیا۔فتح کرنے کے ساتھ ہی سلطان نے اس معبد میں جمعہ کی نماز ادا کی اور حکمِ سلطانی کی رو سے اسے ہمیشہ کے لیے مسجد قرار دے دیا گیا۔

اس حکم کی بنیاد پر اس میں چند میناروں کا اضافہ کیا گیا۔ اسلامی نظریہ کی بنیاد پر تصویریں ہٹادی گئیں۔چند ضروری ترامیم کے ساتھ اس کی بنیادی شکل کو برقرار رکھا گیا۔چنانچہ آیا صوفیا بحیثیت مسجد اسی حالت پر پانچ سو سے کچھ اوپر سال برقرار رہی۔

۱۹۳۱ میں اسلام کے لبادہ میں چھپے سانپ اور اسلامی تہذیب کے قاتل کمال اتاترک نے پہلے اسے تالا لگایا اور چار سال مقفل رکھنے کے بعد اسے میوزیم میں تبدیل کردیا۔ سیکولر نظریات کے پرچار کرنے والے اتاترک نے اپنے ناپاک عزائم کے تحت اس مقدس عبادت گاہ کو عجائب گھر بنا کر چھوڑا جس سے ایک طرف اسلامی دنیا شدید دکھی ہوگئی تو دوسری جانب عیسائیت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔جس مقام پر سینکڑوں سال خالق اور مخلوق کے درمیان راز و نیاز ہوتا رہا وہ لوگوں کی تماشہ گاہ بن گئی۔جو جگہ رب کے حضور تذلل کی انتہا کے لیے مقرر کی گئی تھی اب وہ سیاحوں کی عکس بازیوں کے لیے چن لی گئی۔

ڈکٹیٹر اتاترک کا یہ عمل کس حد درست تک تھا؟

اس کے اس عمل سے انسانی اقدار کی کس حد تک توہین کی گئی؟

مذہب کی آزادی کو کتنا ٹھیس پہنچا؟

کسی کو یہ سوالات اٹھانے کی سوجھی اور نہ ہی ضرورت محسوس کی گئی۔اقوام متحدہ، انسانی حقوق کے علمبردار، میڈیا، مذہب کی آزادی کے دہائی دینے والے دانشور اور وہ تمام طبقے جو مختلف فورمز پر ہیومن رائٹس کی چیخ وپکار کے لیے مشہور ہیں۔سب نے اپنی لبوں پر مہریں لگادیں۔اتاترک کا اکیلا یہ کارنامہ نہیں تھا۔عربی رسم الخط پر پابندی، حجاب پر پابندی، نماز پر پابندی، آذان پر پابندی، شعائر اسلام ممنوع قرار، مساجد و مدارس کی بندش اور بہت سے ارکانِ اسلام پر پابندی، اس کی کارستانی تھی۔لیکن کسی کو یہاں بولنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

اسی کیفیت میں آیا صوفیا بھی پچاسی سال گزار کر آئی۔سالِ رواں میں ترکی کی عدالتوں میں اس کی پرانی حیثیت کو بحال کرنے کی بحث چل پڑی۔کئی ماہ کی طویل بحث کے بعد جولائی کے ابتداء میں اناطولیہ کی عدالتِ عالیہ نے اپنے ایک فیصلہ کی رو سے آیا صوفیا کی پرانی حیثیت بحال کردی اور اس کو مسجد بنانے کا آرڈر جاری کردیا۔

ترک حکومت، ایرانی صدر اور مختلف ممالک نے اس فیصلہ کا خیر مقدم کیا جبکہ امریکا ،روس اور بعض دیگر ممالک نے اس پر تحفظات کا اظہار کیا۔

امریکا اور اس کے ہمنوا ممالک کے غلام اور نام نہاد دانشوروں نے یہ بحث چھیڑ دی کہ اس طرح کے فیصلوں سے مذہبی آزادی مجروح ہوتی ہے۔ لیکن اسے یاد کرایا گیا کہ یہ کوئی نئی تعمیر نہیں بلکہ اس کی سابقہ حیثیت کو بحال کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ جو ظلم ہوا تھا اس کی تلافی کی گئی ہے، جس پر انہوں نے پرانی قبروں کو کریدنا شروع کیا اور سلطان محمد فاتح کے طرزِ عمل پر سوالات اٹھانا شروع کیے۔عام مسلمانوں میں اس حوالے سے خدشات اور بے یقینی پیدا کرنے کے لیے یہ کہا گیا کہ سلطان کا یہ عمل اسلام کے خلاف تھا؛ کیونکہ بیت المقدس کی فتح کے وقت تو حضرتِ عمر نے یہود کی کلیسا کو جوں کا توں رکھا، کوئی تبدیلی نہیں فرمائی۔ تو اگر دیگر مذاہب کے عبادت گاہوں کی تبدیلی درست ہوتی پھر تو حضرت عمر شریعت کے عالم کیا خود معیارِ حق ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ بھی کلیسا کو مسجد میں تبدیل کر دیتے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ استدلال کئی وجوہات کی بناء پر غلط ہے۔ اول تو قسطنطنیہ کی فتح کو بیت المقدس کے ساتھ موازنہ کرنا ہی غلط ہے۔ بیت المقدس کی فتح معاہدہ کی بنیاد پر وجود میں آئی تھی جس کی رو سے معاہدہ کی شرائط کی پاسداری ضروری تھی اور فاتح کو معابد میں دخل اندازی کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ جبکہ قسطنطنیہ میں سلطان کی جانب سے صلح کی پیشکش ہوئی تھی جو ٹھکرا دی گئی۔ جس کے بعد اس کی فتح خالص بزورِ شمشیر اسلام کو ملی تھی، اس کی بنیاد پر اسلام کے اس مردِ جری کو سب کچھ کرنے کا اختیار تھا۔ اس لیے آیا صوفیا کو مسجد میں بدلنا بالکل جائز اور درست عمل تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ آیا صوفیا اس وقت صرف مذہبی رسومات کی ادائیگی تک محدود نہیں تھا۔ بلکہ سیاسی لحاظ سے یہ اسلام اور اسلامی سلطنت کے خلاف ریشہ دوانیوں کا گڑھ بھی تھا۔ اس لیے اس کی حیثیت کو تبدیل کرنا از حد ضروری تھا اور اسی بنیاد پر سلطان نے یہ اقدام کر ڈالا۔ اس بات کی ایک مضبوط دلیل یہ ہے کہ یورپی مؤرخین تک سب اس پر متفق ہیں کہ اس وقت قسطنطنیہ میں سترہ یا اٹھارہ کلیسائیں وجود رکھتی تھیں، جن میں بیت الرسل نامی کلیسا بھی تھی جو عزت و عظمت میں آیا صوفیا کی ہم وزن تھی۔ لیکن سلطان نے کسی ایک کو بھی خراش تک نہیں ڈالا۔ بلکہ ٹھوس تاریخی شواہد یہ بتاتے ہیں کہ سلطان نے ان کی حفاظت اور مکمل ذمہ داری کا بیڑا از خود اٹھایا۔ تو اگر سلطان محض کسی مذہبی آزادی کے درپے ہوتا پھر بقیہ کلیساؤں کو بھی ملیامیٹ کر دیتے یا مساجد میں تبدیل کر دیتے۔

تیسری بات یہ ہے کہ سلطان کا یہ عمل عکس العمل بھی تو ہو سکتا ہے۔ جن دنوں سلطان قسطنطنیہ فتح کر رہا تھا عین انہیں دنوں صلیب کے پیروکار اندلس کے مسلمانوں کو بلا تفریق تہ تیغ کر رہے تھے اور مساجد کو تبدیل تو کیا صفحہ ہستی سے مٹا رہے تھے جن میں جامع مسجد قرطبہ بھی شامل تھی۔ جس کو مسجد سے اصطبل میں تبدیل کر لیا گیا اور آج وہ ایک میوزیم اور کلیسا بن چکا ہے۔

سلطان کے طرزِ عمل سے ہٹ کر اگر موجودہ فیصلہ کو دیکھا جائے تو انسانی حقوق اور مذہبی آزادی کے علمبرداروں کے لیے ترک صدر طیب اردوان کی اس موقع پر صرف یہ ایک بات کافی ہے کہ اتاترک کا آیا صوفیا کو میوزیم میں تبدیل کرنا نہ صرف یہ کہ دین اور شریعت سے روگردانی ہے بلکہ یہ ایک عظیم خیانت بھی ہے؛ آیا صوفیا کوئی ریاستی اور مملکتی ملکیت تھوڑی تھی جس میں اتاترک جس طرح چاہتا تصرف کرتا یہ تو محض سلطان فاؤنڈیشن کی ملکیت تھی جس میں کسی کو کسی بھی تصرف کا حق حاصل تھا اور نہ ہے۔ جس طرح فاؤنڈیشن نے رکھی ہے اسی طرح برقرار رہے گی۔

دانشوروں کی جماعت کو اس جانب بھی توجہ کرنی چاہیے کہ یہ فیصلہ اسی طرح کی عدالت نے کیا ہے جس طرح بابری مسجد کو مندر بنانے کا فیصلہ عدالت نے کیا اور دانشوروں کی اس جماعت نے اس پر تالیاں بجائی تھیں اور کسی کو مذہبی آزادی کا خیال نہ رہا تھا۔

روشن خیال طبقہ یہ بھی سوچے کہ اس فیصلہ کو اسی طرح ایک عالمی سطح کے صدر مملکت نے قبول کیا ہے جس طرح بیت المقدس کو اسرائیل کی دارالحکومت بننے کے فیصلہ کو صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے قبول کیا تھا۔ دوہری پالیسی کا یہ مظاہرہ غلام ذہنیت کی علامت رہی ہے۔ بیت المقدس، جامع قرطبہ، بابری مسجد اور خود آیا صوفیا کو میوزیم میں بدلنے پر کسی جانب سے کوئی آواز نہیں اٹھی۔

اڈوں سے امریکی افواج کا انخلا اور دوستم کا مارشل رینک

ہارون بلخی

امریکا کی تاریخ میں سب سے طویل جنگ کو ختم کرنے کے لیے ریاست ہائے متحدہ امریکا کے صدر جناب ڈونلڈ ٹرمپ نے بار بار کہا ہے کہ یہ جنگ کافی لمبے عرصے سے چل رہی ہے اور امریکا اس سے ہر صورت میں باہر نکلنا چاہتا ہے۔ آخر کار انہوں نے انتخابی مہم کے دوران امریکی عوام سے کیا ہوا اپنا وعدہ ایفا کیا اور افغان عوام کی قیادت میں جہاد کا علم بلند کرنے والے امارت اسلامیہ (طالبان) کے رہنماؤں کیساتھ امریکی وزارت خارجہ کے خصوصی ایلچی ڈاکٹر زلمے خلیل زاد نے مذاکرات کا آغاز کیا، جو کافی نشیب وفراز اور طویل مدت تک جاری رہنے کے بعد آخر کار ایک نتیجے پر پہنچے۔ تقریباً دو دہائیوں پر محیط امریکی تاریخ کی سب سے طویل جنگ اور امریکی افواج کا افغانستان سے انخلا رواں سال 29 فروری کو امریکا اور امارت اسلامیہ کے درمیان ایک تاریخی معاہدہ میں طے پایا، جسے معاہدہ دوحہ کہتے ہیں۔ معاہدے کی اہم شرائط میں سے افغانستان سے امریکی افواج کا مکمل انخلا، افغان سرزمین کو امریکا اور اس کے اتحادی ممالک کے خلاف استعمال نہ کرنے کی یقین دہانی اور فریقین کے 6000 قیدیوں کی رہائی وغیرہ شامل ہیں۔

معاہدے کے پہلے مرحلے یعنی 135 روز کے اندر امریکا اپنی فوجوں کی تعداد میں خاطر خواہ کمی کریگا اور ساتھ ہی فوجی اڈوں کو بھی خالی کرے گا۔ خوش قسمتی سے امریکی حکام نے معاہدے پر عمل درآمد کرتے ہوئے افغانستان میں پانچ فوجی اڈوں سے انخلا مکمل کر لیا۔ جن اڈوں سے انخلا کیا گیا ہے وہ ہلمند، روزگان، پکتیا اور لغمان صوبوں میں قائم تھے۔ اس بارے میں امارت اسلامیہ کے ترجمان جناب ذبیح اللہ مجاہد نے بھی امریکی افواج کے اس اقدام کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے سراہا اور معاہدے پر مزید عمل درآمد کے سلسلے میں توقع کا اظہار کیا۔

قطر کے دارالحکومت دوحہ میں امریکا اور امارت اسلامیہ (طالبان) کے درمیان طویل المدت مذاکرات آخر کار نتیجہ خیز ثابت ہوئے اور عنقریب بین الافغان مذاکرات شروع ہونے والے ہیں جس سے افغانستان میں امن وامان قائم ہونے والا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مسٹر ٹرمپ جیسے لیڈر نے افغان عمل میں پیشرفت کے لیے خاصی سنجیدگی اور تحمل کا مظاہرہ کیا۔ افغانستان سے امریکی فوج کا مرحلہ وار انخلا اور یہاں قیام امن کو امریکی عوام اور ٹرمپ کی کامیابی سے تعبیر کیا جائے گا۔ افغانستان سے امریکی افواج کے انخلا سے یہ بات ثابت ہوگی کہ جنگ کسی مسئلے کا حل نہیں ہے اور تمام تنازعات مذاکرات ہی کے ذریعے ختم ہو سکتے ہیں۔ امریکی انخلا کے بعد افغانستان میں اتفاق رائے سے حکومت کی جائے گی۔ بین الافغان مذاکرات سے قبل کسی بھی فریق کی طرف سے پیشگی شرائط قابل قبول نہیں ہوگی۔ طالبان نے امریکا کیساتھ معاہدہ کر لیا اور اب اس کی کامیابی کا انحصار امریکا پر ہے، اگر امریکی حکام اپنے وعدوں کی تکمیل پر قائم رہیں گے اور معاہدے کے مطابق وعدے پورے کریں گے، تو اس پر پورا اعتماد کیا جائے گا اور مستقبل میں امریکا کے ساتھ تعاون حتیٰ کہ شراکت داری کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔

امارت اسلامیہ اور طالبان کے درمیان ہونے والے معاہدے کو سبوتاژ کرنے کی انتھک کوششیں جاری ہیں۔ جب 29 فروری کو معاہدے میں یہ طے پایا کہ دس دن کے اندر اندر پانچ ہزار طالبان قیدی اور ایک ہزار طالبان کے قید میں افغان سیکورٹی اہلکاروں کو حسن نیت کے طور پر رہا کیا جائے گا۔ لیکن کابل انتظامیہ کی جانب سے قیدیوں کی رہائی مؤخر ہوئی اور اب تک تقریباً چار ہزار تین سو طالبان قیدیوں کو کابل کے پل چرخی، بگرام اور مختلف صوبوں کے جیلوں سے رہائی ملی ہے اور طالبان نے بھی کابل انتظامیہ کے 871 فوجی اور پولیس اہلکار رہا کر دیے ہیں۔ تادم تحریر طالبان کے 600 قیدی معاہدے کے مطابق جن کو رہا ہونا تھا، رہا نہیں ہوئے۔ کابل انتظامیہ کے حکام کا کہنا ہے کہ مذکورہ قیدی سنگین جرائم وغیرہ میں ملوث ہیں اور ان کی رہائی ہمارے لیے سرخ لکیر ہے، جو ناممکن ہے۔ لیکن اس سے قبل بھی کابل انتظامیہ کے حکام نے انس حقانی وغیرہ کی رہائی کو ریڈ لائن قرار دینے کے بعد بھی امریکی دباؤ کے نتیجے میں رہا کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ امریکا طالبان معاہدے سے بے خبر کابل انتظامیہ نے پانچ ہزار قیدیوں کی رہائی کو بھی چیلنج کیا، لیکن فارسی کہاوت ہے "کس کہ نان داد، فرمان داد" اس دھمکی سے مکر گئے اور قیدیوں کی رہائی کا سلسلہ

شروع ہوا۔

گذشتہ برس نام نہاد صدارتی انتخابات ہوئے، جس کے نتائج کا اعلان کئی ماہ کے بعد کیا گیا۔ نامزد امیدواروں میں سے دو ڈاکٹر صاحبان (اشرف غنی اور عبداللہ) کے درمیان رسہ کشی کا آغاز ہوا۔ دونوں امیدواروں نے اپنے آپ کو صدر منتخب کرتے ہوئے ایک ہی دن میں صدارتی محل کے ایک کونے میں عبداللہ اور دوسرے میں اشرف غنی نے صدر مملکت کے عہدے کی تقریب کا انعقاد کرتے ہوئے حلف اٹھایا۔ ملک بھر میں ایک ڈرامہ رچایا گیا۔ سوشل میڈیا میں لوگ دونوں ڈاکٹروں کا مذاق اڑاتے رہے۔ آخر کار دونوں کے درمیان سمجھوتہ ہوا اور حسب سابق نصف، نصف حکومت پر متفق ہوئے۔ ایک ڈاکٹر (اشرف غنی) صدر اور دوسرا ڈاکٹر (عبداللہ عبداللہ) امن مفاہمتی عمل کا سربراہ بنا۔

ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی، کہ بدنام زمانہ سابق گلم جم کمیونسٹ ملیشیا کے سربراہ جنرل عبدالرشید دوستم کو چیف مارشل کا رینک دیا جائے، جسے اشرف غنی نے تسلیم کر لیا اور 15 جولائی 2020ء کو صوبہ جوزجان کے صدر مقام شبرغان شہر میں دوستم کو مارشل کا رینک دینے کے لیے ایک تقریب منعقد کی گئی، جس میں ڈاکٹر عبداللہ نے سفاک قاتل اور بدنام زمانہ جنگجو کے سینے پر مارشل کا تمغہ چسپاں کر دیا، جس سے افغان قوم کی نفرت میں مزید اضافہ ہوا۔ روسی جارحیت سے لیکر اب تک دوستم نے افغان ملت کا بے دریغ قتل عام کیا۔ ایک اندازے کے مطابق گلم جم ملیشیا کے کارندوں نے ستر ہزار سے زائد افغانوں کو مارا ہے۔ جب روس نے افغانستان پر حملہ کر دیا اور ببرک کارمل کو تاشقند سے لا کر کابل تخت پر براجمان کر دیا، تو دوستم نے اپنی وفاداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے عوام پر مظالم ڈھائے، جس کے نتیجے میں ببرک کارمل نے انہیں بریگیڈیئر جنرل کا عہدہ دیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر نجیب کی حکومت میں اس کی وحشت و بربریت جاری رہی۔ اپنے آقاؤں کی خوشنودی کی خاطر افغان عوام کا قتل عام جاری رکھا تو نجیب نے انہیں میجر جنرل کے عہدے پر ترقی دی۔ 1992ء میں جب نجیب کا تختہ مجاہدین نے الٹ دیا، تو مجاہدین کی حکومت کے سب سے پہلے عبوری صدر صبغۃ اللہ مجددی نے دوستم کو خالد بن ولید کے لقب کیساتھ جنرل کے عہدے پر ترقی دیدی۔

افغانستان سے فرار ہونے والے صدر برہان الدین ربانی جب امریکی بیساکھی کی مدد سے کابل تخت پر دوبارہ براجمان ہوا اور امریکی جارحیت کے سب سے پہلے نام نہاد صدر حامد کرزئی نے صدارت کا قلمدان سنبھال لیا، تو دونوں (ربانی اور کرزئی) نے مل کر دوستم کو جنرل کیساتھ مسلح افواج کا اعلی کمانڈر بھی متعین کیا۔ ڈاکٹر اشرف غنی نے 2014 کا الیکشن لڑا، جو بعد میں متنازع بن گیا۔ ڈاکٹر عبداللہ اور ڈاکٹر اشرف غنی کے درمیان شدید اختلافات کی وجہ سے امریکی سیکریٹری خارجہ جان کیری نے دونوں ڈاکٹروں کی گوش مالی کرتے ہوئے ایک کو صدر اور دوسرے کو چیف ایگزیکٹیو کا عہدہ دیا، الیکشن کے نتائج پوری طرح نظر انداز کیے گئے۔ اس بار ڈاکٹر اشرف غنی نے دوستم کو نائب صدر منتخب کیا۔ جس کے بعد انہوں نے ایک ایسا کارنامہ انجام دیا، جس کی بدولت وہ ملک فرار ہو کر کئی ماہ تک ترکی میں جلاوطنی کی زندگی بسر کرتے رہے، لیکن پھر بیرونی آقاؤں کے ذریعے صلح ہوئی، دوستم دوبارہ افغانستان آیا، طالبان کو ختم کرنے کی دھمکی دی، لیکن کچھ نہ کر سکا۔ ڈاکٹر اشرف غنی نے رواں سال جولائی میں انہیں فیلڈ مارشل کا رینک عطا کیا۔ وہ صرف ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ تھے، جنہوں نے دوستم ایسے قاتل کو کوئی فوجی یا سرکاری رتبہ یا عہدہ نہیں دیا، بلکہ انہیں ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

افغان تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے، تو معلوم ہوگا کہ یہاں استعمار کے سب سے بڑے وفاداروں کو اعلی فوجی اور سول عہدوں سے نوازا جا چکا ہے، جن میں مارشل شاہ ولی، مارشل قسیم فہیم اور عبدالرشید دوستم شامل ہیں۔ 1929ء کو افغانستان میں لادینیت کو حکومتی سرپرستی میں پروان چڑھانے کی کوششیں جاری تھیں، حبیب اللہ کلکانی نے علم بغاوت بلند کرتے ہوئے اس وقت کے سیکولر حکمرانوں کو ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا، اس وقت بعض مفاد پرستوں اور شرپسندوں نے قبائل کو دھوکہ دیکر کلکانی کے خلاف کھڑا کیا۔ نادر شاہ نے اپنے بھائی شاہ ولی خان کی قیادت میں ایک لشکر تیار کر کے کلکانی پر حملہ کیا اور بعد میں انہیں دھوکے سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس بہادری کے نتیجے میں نادر شاہ نے اپنے بھائی کو 1929ء میں مارشل کا رینک عنایت کیا۔ افغان تاریخ کا دوسرا مارشل قسیم فہیم ہے، جنہوں نے افغانستان پر امریکی قبضے کے دوران اہم کردار ادا کیا اور ہزاروں افغانوں کے قتل میں براہ راست شریک رہا، حامد کرزئی نے اقتدار سنبھالتے ہی انہیں مارشل کا عہدہ دے دیا۔ جب کہ سب سے "بہادر"، "نڈر" اور مظلوموں کے فاتح، بدنام زمانہ گلم جم ملیشیا کے سربراہ جنرل عبدالرشید دوستم کو ہزاروں افغانوں کے قتل عام کے بدلے میں دنیا کے دوسرے مفکر جناب ڈاکٹر اشرف غنی نے مارشل رینک عطا کر کے افغان ملت کی پیشانی پر ہمیشہ کے لیے سیاہ دھبہ چھوڑ دیا۔

لیکن دوستم اور ان کے جیسے لوگوں کو اس بات پر یقین کرنا چاہیے کہ افغان سرزمین میں اجنبی اور استعمار کے نصب کردہ کٹھ پتلی لوگوں کے لیے جگہ نہیں ہے۔ افغان ملت ان کے مظالم اور وحشت سے بخوبی واقف ہیں، ان کاغذی جنرلوں اور مارشلز کا انجام تاریخ کے طلبہ کے جانتے ہیں۔

پروپیگنڈوں کی یلغار اور ذرائع ابلاغ کا جہاد

قاری سعید

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یاایھا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین۔ الحجرات آیت 6۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کچھ لوگوں کو نقصان پہنچا بیٹھو، اور پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ۔

مغرب کا ہمارے اور آپ کے خلاف جاری کردہ اس جنگ کا ہدف تو ایک ہی ہے لیکن اس جنگ کے محاذ، آلات اور طور طریقے بہت سارے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف اس جنگ میں مغرب کا ایک محاذ میڈیا بھی ہے۔ مغرب نے مسلمانوں کی برین واشنگ کے لئے وسیع پیمانے پر پرنٹ میڈیا، اخباری نشرواشاعت، انٹرنیٹ، ٹیلی ویژن اور بہت سارے ریڈیو پروگرام متعارف کروائے ہیں، اور ذرائع ابلاغ کے ان وسائل کے ذریعے سے ہر وقت مسلمانوں کی اپنی زبانوں میں ان کے خلاف پروپیگنڈے اور نشرواشاعت ہوتی رہتی ہے۔

جہاد اور جنگ کے میدان میں فتح کی سب سے بڑی کنجی دشمن شناسی ہوتی ہے۔ جب تک کوئی اپنے دشمن کو نہ پہچانے اور دشمن کے مکروفریب، چال اور مذموم ارادوں سے باخبر نہ ہو تو اس کے لئے دشمن کے حملوں اور ضرر سے بچنا ناممکن ہو جاتا ہے یا کم از کم وہ اپنے دشمن کے ساتھ برابری کی سطح پر مقابلہ نہیں کر سکتا۔

جس طرح دشمن کی عسکری قوت، اقتصادی قوت، افرادی قوت، جنگی منصوبوں اور فکری یلغار کو سمجھنا اور ان کا مقابلہ کرنا ضروری ہے بالکل اسی طرح دشمن کے ہر پروپیگنڈے، نشریات، میڈیا وار اور چال ڈھال کو سمجھنا بھی ہر مسلمان کی اولین ذمہ داری ہے۔ تاکہ وہ دشمن کے بچھائے ہوئے شیطانی ہتھکنڈوں سے محفوظ ہو جائے. اور دشمن کی ہر پروپیگنڈہ جارحیت کے خلاف ایک روشن اور آزاد سوچ و فکر سے لیس ہو۔ آج کل جو بھی ریڈیو پروگرام سنتے ہیں، اخبارات پڑھتے ہیں یا دوسرے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کا مشاہدہ کرتے ہیں، تو ان کا تجزیہ اور تحقیق کئے بغیر من و عن تسلیم کرتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان تمام الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کی ڈوریں ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں میں ہیں اور اسلام کے خلاف منظم طور پر پروپیگنڈہ مہم ان اداروں کو سونپی گئی ہے۔

اب جب تک ہم ان الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا سے ناواقف رہیں گے۔ ان کے اہداف و مقاصد سے بے خبر رہیں گے۔ ان کو فنڈنگ کرنے والے عناصر ہمیں معلوم نہ ہوں اور ان کے خفیہ ڈوریں جن کی طرف سے یہ ہلتی ہیں ہمیں اگر معلوم نہ ہوں تو بعید نہیں کہ ہم دشمن کے بچھائے ہوئے کسی شیطانی جال میں پھنس جائیں۔ دشمن ہماری لاعلمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیں ہمارے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برین واش کرے۔

ان چند سطور میں یہ کوشش کریں گے کہ ان الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ان کے پروپیگنڈوں کی جارحیت سے آپ کو روشناس کرائیں، جو عام طور پر مسلمانوں میں بہت ہی مشہور ہیں. سادہ لوح مسلمان ذرائع ابلاغ کے ان تمام وسائل کو سچے اور غیر جانبدار سمجھتے ہیں، خاص کر ان حالات میں کہ ذرائع ابلاغ کے یہ تمام وسائل اسلام دشمن عناصر جنگی آلات کے طور پر استعمال کر رہے ہیں. میڈیا کا یہ میدان صرف اور صرف امت مسلمہ کے خلاف پروپیگنڈے کی جنگ اور مسلمانوں کو ان کے دین کے بارے میں ان کو بہکانے میں مصروف عمل ہے.

(VOA) امریکہ کا دجالی میڈیا:

صلیبیوں نے امت مسلمہ کے خلاف جاری اس جنگ میں سب سے زیادہ ذرائع ابلاغ کے وسائل ایجاد کیے ہیں. جن میں ریڈیو پروگرام، ٹیلی ویژن، مختلف ویب سائٹس اور آڈیو ویڈیو ہر قسم کی نشریات شامل ہیں من جملہ ان میں سب سے زیادہ مشہور اور مقبول ریڈیو نیٹ ورک VOA ہے. جو روزانہ کے خبروں کا ادارہ ہے یہی ریڈیو ایران میں فارسی زبان میں

۔صدائے امریکہ۔۔اور افغانستان میں پشتو زبان میں۔۔د امریکہ غږ ۔۔سے مشہور ہے.

یہ ریڈیو ادارہ سب سے پہلے دوسری جنگ عظیم میں وجود میں آیا، 1945 میں یہ ادارہ باقاعدہ طور پر امریکی وزارت خارجہ کو منتقل اور 1953 میں USIA نامی امریکی ادارے کے ساتھ ملحق ہوا. اس ریڈیو نے تقریباً نصف صدی تک اس ادارے کے زیر نگرانی کام کیا، 1995 میں تمام امریکی پروپیگنڈا کرنے والی ایجنسیوں کو مربوط کرنے کے لئے BBG کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا۔ VOA بھی اس کا ایک حصہ بن گیا۔ VOA .ایک ایسا ریڈیو نیٹ ورک ہے جس کی نشریات بڑے

محتاط طریقے سے BBG تنظیم کے زیر انتظام چل رہی ہیں، دنیا کے مختلف ممالک میں اس کے بہت سارے نمائندے، اینکرز اور رپورٹرز ہیں۔

وائس آف امریکہ کا یہ ریڈیو نیٹ ورک کئی دھائیوں سے افغانستان کے لئے پشتو اور فارسی زبان میں نشریات چلا رہا ہے، کچھ عرصہ قبل تو افغانستان کے لئے مختصر طور پر ٹی وی پروگرام کا بھی آغاز کر دیا ہے۔ "وائس آف امریکہ "امریکی حکومت کا بین الاقوامی ریڈیو نیٹ ورک ہے، جو چوبیس گھنٹے دنیا کی مختلف زبانوں میں نشریات چلاتا ہے۔ یہ اپنی نشریات کے شروع میں اداریے کے طور پر ایک شہ سرخی لاتے ہیں جس میں امریکی حکومت کی سرکاری پالیسی کا خاکہ پیش کیا جاتا ہے اس کے علاوہ اس میں روزانہ کی خبریں، سیاسی صورتحال پر تبصرے، بین الاقوامی حالات پر تجزیہ نگاروں کی رپورٹیں اور مختلف ادبی پروگرام ہوتے ہیں۔ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ اپنی عزت نفس اور بڑائی کو بیان کریں، مسلسل مسلمانوں کی توہین کرتے رہتے ہیں مزید یہ کہ خود کو سچے اور غیر جانبدار بھی سمجھتے ہیں۔ لیکن وائس آف امریکہ نامی یہ نشریاتی ادارہ دنیا کا سب سے بڑا جھوٹا اور شریر میڈیا نیٹ ورک شمار کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کے پھیلائے ہوئے خبروں اور نشریات پر یقین نہ کریں۔

آزادی ریڈیو یا نان سٹاپ ریڈیو:

Non Stop Radio

امریکہ کا وائس آف امریکہ کے علاوہ یورپ کے مرکز پراگ میں RFE/RL کے نام سے ایک بہت بڑا نشریاتی ادارہ ہے۔ یہ دجالی نشریاتی ادارہ صرف دنیا پر امریکی میڈیا راج چلانے اور امریکی فکری جنگ کو کامیاب بنانے کے لیے بنایا گیا ہے۔ جو کیس ملکوں کے لیے 28 زبانوں میں نشریات چلاتا ہے۔ اس ریڈیو کو ہم امریکی جنگی ریڈیو بھی کہہ سکتے ہیں، کیونکہ اسے ہمیشہ جنگی اسلحہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ امریکہ جس ملک پر بھی عسکری قوت کے ساتھ حملہ آور ہوتا ہے تو یہ ریڈیو نیٹ ورک بھی اس ملک کی زبان میں اپنی نظریاتی جنگ کا آغاز کرتا ہے۔

جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو اس کے متصل بعد اس ادارے نے پشتو اور فارسی زبان میں آزادی ریڈیو کے نام سے اپنی نشریات کا آغاز کر دیا، اسی طرح جب امریکہ نے عراق پر حملہ کیا تو اس ادارے نے عراق کے لیے — عراق الحر — کے نام سے خصوصی ریڈیو نشریات کا آغاز کیا۔

آزادی ریڈیو کی نشریات کے امریکی کانگریس کے ساتھ گہرے روابط ہیں۔ یہ امریکہ کا سب سے بڑا دجالی میڈیا نیٹ ورک ہے۔ مسلمانوں کے خلاف بڑے پیمانے پر فکری یلغار میں اس کا ہاتھ ہے۔ جمہوری چیک کے مرکز پراگ میں اس دجالی میڈیا کے لئے خصوصی سہولیات کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ رپورٹرز نمائندے اور خبر نامہ پیش کرنے والے اینکرز چند امریکی ڈالروں کے عوض اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اس مرکز میں قیام پذیر ہیں۔ امریکا اسی مرکز سے ان لوگوں کے ذریعے امت مسلمہ کے خلاف اپنی لڑائی جاری رکھے ہوئے ہے۔ امریکہ افغانستان سے بھی بہت سارے پشتو اور فارسی کے اینکرز اور نمائندے اس پراگ مرکز میں لا چکا ہے۔ وہ اینکرز اب اپنی ہی مسلمان ملت کے خلاف دن رات غلط پروپیگنڈے کرتے رہتے ہیں امریکہ کی ایما پر اس ذرائع ابلاغ اور پروپیگنڈے کی جنگ کو آگے بڑھاتے ہیں۔

آزادی ریڈیو افغانستان میں روزانہ بارہ گھنٹے نشریات چلاتا ہے۔ اس ریڈیو نے عوام میں بہت بڑی مقبولیت اور شہرت حاصل کی ہے۔ ناواقف لوگ اس کو غیر جانبدار ریڈیو کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی امریکیوں کا جنگی ریڈیو ہے جسے وہ ایک آلہ جنگ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ یعنی یہ افغانستان کی جنگ کی حمایت کے لیے بنایا گیا ہے اس کا واحد مقصد مسلمانوں کو دھوکا دینا، ان کے نظریات کو تباہ کرنا، ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا، اسلام کو ایک قدامت پسند مذہب قرار دینا، امت مسلمہ کو کسی بھی طریقے سے گمراہ کرنا اور عالمی کفر کو اپنی نشریات کے ذریعے فائدہ پہنچانا ہے۔

آزادی ریڈیو کے نام سے ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ریڈیو نیٹ ورک امریکیوں کی فکری اور اعتقادی لبرلزم کی تبلیغ اور نشرو اشاعت کے لئے بنایا گیا ہے آزادی کے دو معنی ہیں۔ ایک تو حریت و استقلال اور دوسرا معنی فردی آزادی/لبرلزم۔ یعنی اپنے آپ کو تمام مذہبی قومی اور انسانی پابندیوں سے آزاد سمجھنا اور جانوروں کی طرح زندگی گزارنا ہے۔ امریکی اور دوسرے اہل مغرب آزادی کا یہ دوسرا مفہوم مراد لیتے ہیں۔

اس ریڈیو نے لبرلزم کے لئے ایک بہت بڑی جدوجہد کا آغاز کیا ہے امریکیوں نے اس ریڈیو کا نام بھی اسی بنیاد پر — آزادی — ریڈیو رکھا ہے۔ انگریزی زبان میں اسے لبرلٹی ریڈیو Librality Radio کہتے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ اپنے اس ریڈیو کی نشریات اور پروپیگنڈوں سے اپنے مذموم کلچر اور ثقافت یعنی لبرلزم کو ہم مسلمانوں سے منوالیں۔ اسی وجہ سے اس ریڈیو کے ذریعے صرف اسلامی عفت و عزت، حجاب اور پردے کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کیے جاتے ہیں۔ یہ علی الاعلان کہتے ہیں کہ آزادی ریڈیو مذہبی تعصب کے خلاف جدوجہد کرتا ہے۔ (گویا کہ یہ ہماری مذہبی حمیت، عقیدے کی پختگی اور تصلب فی الدین کو مذہبی تعصب کا نام دیتے ہیں) دینی تعصب کے خلاف جدوجہد کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ کسی بھی آسمانی مذہب کو تسلیم نہیں کرتے یہ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ان کی دینی پابندیوں اور مذہبی قیودات سے آزاد کریں تاکہ وہ بھی ایک طرفہ حیوانوں کی طرح آزادانہ زندگی گزار سکیں۔

آزادی ریڈیو مجاہدین اور اسلامی تحریکوں کے خلاف بھی سخت بیہودہ پروپیگنڈا کرتا رہتا ہے۔ اس ریڈیو نیٹ ورک میں کام کرنے والے سب متعصب اور سیکولر لوگ ہیں۔

صرف زبان کے افغانی ہیں باقی اپنی عادات اور اخلاق کے اعتبار سے مکمل طور پر امریکی ہیں. کفر کے ساتھ ان کے اخلاص کی جھلک اس سے معلوم ہوتی ہے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ امریکی پروپیگنڈے کے مرکز میں قیام پذیر ہیں . انہوں نے اپنی ساری زندگی امریکی کفر کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ آزادی ریڈیو کو امریکہ کی ایک جنگی ریڈیو کی حیثیت سے پہچانیں اور کبھی بھی اس کے پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں۔ آزادی ریڈیو فارسی زبان میں ـــفردا ریڈیوـــ کے نام سے ایران کے لیے اور ـــآزادیـــ کے نام سے تاجکستان کے لئے اور ـــمشال ـــ ریڈیو کے نام سے خیبر پختونخوا کے قبائلی علاقوں کے لئے نشریات چلاتا ہے. ان سب کا ہدف اسلام کو تباہ کرنا اور امریکہ کی لادین فکر و سوچ کو مسلمانوں پر مسلط کرنا اور اسی کے لیے ہی یہ پروپیگنڈے اور نشریات پیش کرتا ہے۔

BBC Radio Network :

بی بی سی برطانیہ کا سب سے بڑا نشریاتی ادارہ

موجودہ دور میں بی بی سی برٹش امپائر کا سب سے بڑا اور عالمی خبر ناموں کا ادارہ ہے۔ پہلے تو اس میں صرف ریڈیو نشریات ہوتی تھیں ۔اب ٹیلی ویژن پروگرام کے ساتھ ساتھ آنلائن نشریات بھی چلاتا ہے. بی بی سی کا مرکزی دفتر لندن میں ہے جو کہ 1922 سے لے کر اب تک برطانوی حکومت کی پروپیگنڈا ساز نشریاتی ادارے کی حیثیت سے بین الاقوامی سطح پر سرگرم عمل ہے ۔اس ادارے کو انگلینڈ کی ملکہ کے مقرر کردہ مندوبین چلاتے ہیں اور اس کی مالی معاونت برطانوی دفتر خارجہ کے ذریعے سے کی جاتی ہے۔اس ادارے کو برطانوی خارجہ پالیسی کے نفاذ میں ایک کلیدی کھلاڑی کے طور پر دیکھا جاتا ہےـبی بی سی تینتیس بین الاقوامی زبانوں میں نشریات چلاتا ہے اور اتنی ہی زبانوں میں انٹرنیٹ پیجز اور بہت ساری زبانوں میں ٹی وی پروگرام بھی پیش کرتا ہےـبی بی سی کسی بھی دوسرے مغربی میڈیا آؤٹ لیٹ کے مقابلے میں اپنی حکومت کی طرف سے زیادہ آزاد اور بااختیار ہے۔یہ شروع ہی سے ایک ایسی میڈیا تنظیم ہے جو برطانیہ کے سرکاری پروپیگنڈا پالیسی پر عمل پیرا ہونے کے لیے تشکیل دی گئی ہے یہ ریڈیو نیٹ ورک بھی اس میڈیا وار کا حصہ ہے جو خصوصاً اسلامی فکر کے خلاف اپنی نشریات بڑی مہارت کے ساتھ چلاتے ہیں۔ بظاہر تو یہ اپنے آپ کو غیر جانبدار قرار دیتا ہے لیکن حقیقت میں یہ دن رات مغربی سیکولرزم کی نظریات کی نشرواشاعت کرتا ہے۔

امریکہ کے افغانستان پر حملے کے بعد اس ریڈیو نے افغانستان کے لیے اپنی نشریات میں نہ صرف اضافہ کیا ہے بلکہ پشتو اور فارسی زبان میں ٹیلی ویژن پروگرام کا بھی آغاز کر دیا ہےـ بی بی سی کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ افغان نوجوانوں کو برین واش کر دے، اسلامی فکر کی بجائے مغربی لبرل تصورات سے ان کے ذہنوں کو بھر دے۔ اس کے لئے بے حجابی، جنسی اختلاط، ناچ گانے اور بہت سارے گمراہ کن اور فحش موضوعات کو چھیڑتا ہے نہایت ہی مکر و فریب کے ساتھ آڈیو اور ویڈیو کلپس میں نشریات پیش کرتا ہے۔تاکہ ہماری نسل نو کو ان چیزوں سے مانوس کرے۔

جیسا کہ اس ریڈیو نے کچھ عرصہ پہلے قندوز میں قائم بنات کے ایک مدرسے اشرف المدارس کے خلاف بغض اور حسد سے بھری ہوئی ایک رپورٹ تیار کر رکھی تھی ،جو کہ اکیلے مدرسے کی نہیں بلکہ اس رپورٹ میں اسلام اور اسلامی تعلیمات سب کی صاف طور پر توہین کی گئی تھی۔ بی بی سی ریڈیو مجاہدین کے خلاف بھی نفرت آمیز نشریات چلاتا ہے۔اس میڈیا کو برطانیہ کی ایک دجالی میڈیا کے طور پر جاننا چاہیے اور اس کی نشریات پر یقین نہ کیا جائے۔

دوسرے شیطانی دو جالی میڈیا نیٹ ورک:

مذکورہ بالا مغربی میڈیا کے علاوہ دنیا بھر اور افغانستان میں بہت سارے ایسی الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا ادارے پائے جاتے ہیں جنہیں اہل مغرب نے صرف ہماری برین واش کے لئے قائم کیا ہے۔ افغانستان میں انٹرنیوز (Inter News) کے نام سے ایک مغربی تنظیم ہے جو دسیوں ایف ایم ریڈیوز، ماہنامہ مجلے، روزنامے اور انٹرنیٹ پیجز کی فنڈنگ کرتا ہے تاکہ اسلامی فکر و منہج کے خلاف اپنی مذموم نشریات کر سکے۔ جیسا کہ ابھی کابل شہر اور ملک کے دوسرے بڑے شہروں میں، اسی طرح مختلف صوبوں میں بہت ساری ایف ایم ریڈیوز مطبوعاتی اور ٹی وی پروگرام دیکھنے پڑھنے اور سننے کو ملتے ہیں کہ اکثریت کا افغانیت یا اسلامیت کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں۔بلکہ ان کی ڈوریں دجالی مغربی اداروں کے ہاتھوں میں ہیں ۔انہیں کی طرف سے ان کی فنڈنگ ہوتی ہے۔ انہیں کی طرف سے استعمال ہو رہے ہیں اور انہی کے منصوبوں کے تحت اس فکری اور ذرائع ابلاغ کے جنگ(Media war) کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

ابھی افغانستان میں مغرب نے 81 ٹی وی چینلز اور 180 ریڈیو اسٹیشن قائم کیے ہیں۔ ان الیکٹرانک میڈیا میں تو بظاہر اپنے لوگ بیٹھے ہیں ، ہماری مقامی زبان میں ہی نشریات چلاتے ہیں لیکن ان کو اس کے بدلے میں پیسے ،ان پروگراموں کی منصوبہ بندی اور مضامین کی تیاری یہ سب ان مغربی تجارتی اداروں کی طرف سے ملتی ہے

منجملہ، ان میں سے طلوع نیوز، (Tulu News)

شمشاد ٹی وی (Shamshad TV)

آریانہ ٹی وی (Aryana TV)

لمر ٹی وی (Lemar TV)

اے ٹی این نیوز (ATN NEWS)

پشتو ٹی وی (Pushto TV) اور اس جیسے دوسرے ٹی وی چینل ، یہ وہ ادارے ہیں جو مغرب کے بڑے بڑے پروپیگنڈوں کی بنیاد ہیں اور انہی کے لیے ان

اداروں کو فکری جنگ اور میڈیاوار کا ٹاسک دیا گیا ہے. یہ لوگ اس فکری یلغار اور ذرائع ابلاغ کی اس جارحیت کو آگے بڑھا رہے ہیں.

کورہ مقامی میڈیا کے علاوہ جرمنی فرانس اور دوسرے مغربی ممالک کے بین الاقوامی ریڈیوز نیٹ ورک بھی ہیں جو دن رات جہاد، شریعت، اسلامی نظام، اسلامی تعلیمی نصاب، اسلامی فکر اور اسلامی تہذیب وتمدن کے خلاف پروپیگنڈے کرتے رہتے ہیں

اہم بات !

کفری میڈیا کے پروپیگنڈے نہایت خطرناک طوفان کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر ہم ان کے آگے صحیح معنی میں بند نہ باندھ سکے، تو ہمارے لئے بہت ہی خطرناک نتائج ظاہر ہوں گے۔ دشمن کے ان شیطانی پروپیگنڈوں کے مقابلے میں جدوجہد کا بہترین راستہ یہ ہے کہ اس دجالی میڈیا کی اصلیت کو پہچانیں ان کو اسلام مخالف میڈیا (Anti Islam media) سمجھیں، اور اس نظر سے دیکھیں کہ یہ ہمارے دشمن کی میڈیا ہے اور بنا تحقیق وتدقیق کے کسی بھی خبر پر یقین نہ کریں۔ اگر یہ دجالی میڈیا مجاہدین کے خلاف کوئی پروپیگنڈہ رچاتے ہیں یا کسی اسلامی اقدار پر حملہ آور ہوتے ہیں تو اس وقت تو بالخصوص ان خبروں کو پس پشت پھینک دینا چاہئے ۔

افسوس کہ مسلمانوں کی کمزوری اور کافروں کی عالمی تسلط کی وجہ سے صورتحال یہ ہے کہ مسلمان ان جیسے پروپیگنڈوں کے ذریعہ سے کافروں کے پروپیگنڈوں کا صحیح معنوں میں مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وہ اس وجہ سے کہ مسلمانوں کو عالمی سطح پر بڑی خبر رساں ایجنسی بنانے نہیں دی جاتی ہے۔ مجاہدین کو تو بالخصوص بیان کی آزادی سے روکا جاتا ہے ، کہیں صحافت کے میدان میں اترنے کا موقع نہیں دیتے ۔ ہر قسم کی نشرواشاعت پر پابندی عائد کر چکے ہیں، لہذا اب عالمی سطح پر صرف یکطرفہ طور پر دشمن کی ہی نشریات چل رہی ہیں، دشمن کی پروپیگنڈوں اور نشریات کا مقصد مسلمانوں کو گمراہ کرنا صراط مستقیم سے ان کو ہٹانا اور مغربی رنگ میں رنگنا ہے۔ اگر ہم چاہیں کہ دشمن کی ان امیدوں کو خاک میں ملائیں تو ہمیں چاہئے کہ دشمن کے ان پروپیگنڈوں سے متاثر نہ ہوں اور یہی دشمن کے پروپیگنڈا جارحیت کو ناکام بنانے کے لیے کافی ہے۔

صرف افغانستان کی سطح پر اگر دیکھا جائے تو دشمن کے سارے مطبوعاتی اور نشریاتی ادارے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا غرضیکہ میڈیاوار کے تمام اسلحے اور آلات حرب امارت اسلامیہ افغانستان کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے بنانے میں مصروف عمل ہیں۔ کبھی تو کہتے ہیں کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین پاکستان یا کسی دوسرے ملک کے فائدے کے لئے لڑ رہے ہیکے تمام اسلحے اور آلات حرب امارت اسلامیہ افغانستان کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے بنانے میں مصروف عمل ہیں۔ کبھی تو کہتے ہیں کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین دوسرے ملک کے فائدے کے لئے لڑ رہے ہیں۔ کبھی تو یہ کہا جاتا ہے کہ مجاہدین عام بے گناہ لوگوں کو مارتے ہیں۔ ہسپتالوں کو گراتے ہیں۔ سکولوں کو بموں سے اڑاتے ہیں اور عوامی سڑکوں کو کھنڈرات میں تبدیل کرتے ہیں۔ کبھی یوں بھی کہتے ہیں کے مجاہدین کا تعلق صرف ایک خاص قوم کے ساتھ ہے اس لئے دیگر اقوام کے ساتھ قومی تعصب کی بناپر لڑتے ہیں۔

مسلمان عوام کو چاہیے کہ دشمن کی ان تمام بے بنیاد پروپیگنڈوں کو اپنی فراستِ ایمانی کی بنیاد پر نادیدہ اور ناشنیدہ سمجھیں۔ قبل اس کے کہ ایک سادہ لوح مسلمان دشمن کے ان تباہ کن پروپیگنڈوں کے جال میں پھنس جائے اور مجاہدین کو ایسا ہی سمجھنے لگے جیسا کہ ذرائع ابلاغ کے یہ وسائل دکھاتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہر مسلمان جو اپنے دل میں ایمان رکھتا ہو وہ خود جا کر مجاہدین کو دیکھے ، مجاہدین اور امارت اسلامیہ افغانستان کا قریب سے مشاہدہ کرے۔ ان کے بارے میں مصدقہ ذرائع سے تحقیق کرے، سچے لوگوں سے معلومات حاصل کرے ، مجاہدین کے کردار کو دیکھے۔ ان کے مقاصد اور اہداف پر نظر دوڑائے اور ان کٹھن حالات میں وہ کس طرح دشمن کے خلاف مزاحمت کر رہے ہیں، کتنی مشقتیں جھیل رہے ہیں۔ یہ دیکھنے اور مشاہدے کی چیزیں ہیں، کہ یہ کون لوگ ہیں؟ کس علاقے سے ان کا تعلق ہے؟ کس لیے لڑ رہے ہیں؟ اور کیا چاہتے ہیں؟ اگر کوئی دشمن کے پروپیگنڈے کے کسی اثر رسوخ کے بغیر تعصب کی عینک اتار کر مجاہدین کو قریب سے دیکھے اور ان کے نقطہ نظر اور سرگرمیوں کا بنفسہ جائزہ لے تو اس حقیقت کا بہت ہی جلد ادراک کر لے گا کہ وطن کے اصل فرزند تو یہی ہیں۔ ملک وملت کے سب سے زیادہ وفادار بھی یہی ہیں۔

واحد خواہش ان کی یہی ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم ہو جائے اور مجاہدین ہی واحد وہ لوگ ہیں کہ جو اسلام کے اصولوں کی مکمل پابندی کرتے ہیں اور پوری طرح اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح اپنے ہم وطنوں کو اسلامی نظام کی برکات سے نوازیں اور ساتھ ساتھ ان کی آخرت کی بہتری کی فکر میں بھی وہ غم خوار ہیں۔

اگر آپ مجاہدین کی نوعیت اور حالت کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں تو پروپیگنڈا کے سارے پردے آپ کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں اور حقیقت دیکھ کر آپ کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں ،اور یہ سقیم فکر و سوچ ایک صحیح سالم فکر میں بدل جائے۔ مندرجہ بالا حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دشمن کے ان دجالی ذرائع ابلاغ کے وسائل اور ان کے اینکرز، رپوٹرز وغیرہ کی مثال ان فاسقوں کی ہے جن کا ذکر اللہ تعالی نے سورۃ الحجرات میں فرمایا ہے کہ خبر کی تحقیق کئے بغیر اسے ماننے سے منع فرمایا ہے۔ قرآن کریم کے اس حکم کی بنیاد پر ہر مسلمان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ان دجالی میڈیا اور فساق اینکرز کی خبروں اور پروپیگنڈوں کو آنکھیں بند کر کے تسلیم نہ کرے۔ یہاں تک کہ روز روشن کی طرح اس کے سامنے کوئی بات واضح نہ ہو اس سے پہلے کہ کوئی حقیقت دلائل سے معلوم نہ ہو تو ہر قسم کی خبر ماننے سے بالکل پرہیز کرے۔..........

ترکی اصل کی طرف گامزن

عبد الستار سعید

10 جولائی 2020ء کو ترک صدر طیب اردوان نے ایک فرمان کے نتیجہ میں آیا صوفیا کی تاریخی عمارت مسجد میں تبدیل کردی۔ یہ عمارت جو عالمی یادگار عمارتوں میں شمار کی جاتی ہے اور جس کو دیکھنے صرف پچھلے سال چار ملین سیاح آئے تھے، اسلام اور سیکولرزم کی کشمکش کا پہلا زینہ ثابت ہوئی۔

سن 1453ء میں جب عثمانی خلیفہ سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ فتح کیا تو اس تاریخی عمارت کو وقف اور مسجد بنانے کا اعلان کیا۔ اس کے بعد سے یہ مسلسل بحیثیت مسجد استعمال ہوتی رہی۔ بیسویں صدی کے پہلے آدھے حصہ میں دوسری جنگ عظیم کے نتیجہ میں جب خلافت عثمانیہ سقوط کر گئی اور اس کی جگہ کمال اتاترک نے سیکولر بنیادوں پر استوار ترکی قائم کیا تو انہوں نے 1935ء کو یہ تاریخی مسجد میوزیم میں تبدیل کردی اور اس میں نماز پڑھنے پر پابندی لگادی۔

مصطفی کمال اتاترک نے اسلامی شعائر کے خلاف دیگر اقدامات بھی کیے ہیں۔ انہوں نے ترکی میں اسلامی خلافت کی بجائے جمہوریت کا اعلان کیا اور آہستہ آہستہ لادینیت کا سلسلہ شروع کیا۔ اقتدار پر قبضے کے ایک سال بعد اسلام اور سیاست کی لاتعلقی اور حج واوقاف وزارت کو معطل کرنے کا اعلان کیا۔ شرعی عدالتیں معطل کر ڈالیں۔ عربی رسم الخط لاطینی میں تبدیل کردی اور اعلان کیا کہ آئندہ عربی کی بجائے ترکی زبان میں قرآن کو فروغ دیا جائے گا۔ نئی مساجد کی تعمیر پر پابندی لگوائی۔ ائمہ مساجد کو حکومت کی طرف سے دیئے جانے والی عطیات اور امتیازات ختم کردیں۔ وہ علانیہ کہتا تھا کہ اسلام کی فطرت ترقی سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ اس وقت بس ایک ثقافت اور تہذیب ہے جو ترقی کی بنیاد بن سکتا ہے اور دنیا کو اسے گلے لگانے کے بغیر ترقی کا تصور بھی ممکن نہیں ہے اور وہ ہے یورپی تہذیب وثقافت۔

اتاترک نے ازمیر کے ایک امیر یہودی کی بیٹی لطیفہ خانم کے ساتھ شادی کی اور بے حیائی کو پروان چڑھانے کے لیے اپنی بے حیا اور ننگی عورت کے ساتھ پورے ملک اور شہر شہر کا دورہ کیا۔ ترکی ٹوپی کی بجائے انگریزی کیپ کو ترویج دیا۔ استنبول کی اسلامی حیثیت کو کمزور کرنے کی خاطر دارالحکومت انقرہ منتقل کردی۔ لادینیت اور سیکولرزم کو نافذ کرنے کے لیے بھرپور تشدد سے کام لیا۔ جو بھی اس کے کاز کی مخالفت کرتا اسے غدار ملت قرار دے کر پھانسی کا پھندا لگالیا جاتا تھا۔ اتاترک نے حزبِ جمہوری خلق کے نام سے ایک جماعتی حکومت تشکیل دی جس کا نظام جمہوری اصولوں پر قائم تھا۔

انہوں نے 1928 میں نیا آئین بناکر ملک بھر میں سیکولرزم کو بھی قانونی حیثیت سے متعارف کروایا۔ ریاست کے لیے چھ اصول مقرر کیے جن کی طرف ترکی کی سرکاری علامت میں چھ نیزوں سے اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ چھ اصول ملت سے وفاداری، جمہوریت، عوام، سیکولرزم، انقلاب اور ریاست کی بالادستی پر مشتمل تھے۔ پھر 1938 میں تجدید آئین کے وقت انہوں نے اسلام کو آئین سے یکسر مٹادیا اور آئین میں یہ جملہ درج کرایا کہ حلف لیتے وقت قسم اللہ کی نہیں شرف کی اٹھائی جائیگی۔

1938ء میں پندرہ سالہ حکمرانی کے بعد باون سال کی عمر میں مصطفی کمال نے اس دارِ فانی کو الوداع کہا۔ کچھ عرصہ میوزیم میں اس کا جسد خاکی امانتاً دفن رکھا گیا۔ بعد ازاں انقرہ میں اس کے لیے عظیم الشان مقبرہ بنایا گیا اور وہیں انہیں دفن کیا گیا۔ لیکن اس وقت تک موصوف ترکی میں ایک معبودِ واحد کی طرح تقدس کے مقام پر فائز کیے جاچکے تھے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص پیغمبر، اسلام اور ارکان اسلام کی توہین کرنا چاہتا تو اسے اس کی برملا اجازت حاصل تھی، جبکہ اتاترک پر محض ایک تنقیدی جملہ پھانسی تک پہنچانے کا باعث بنتا۔ اتاترک کے جانے کے بعد اس کے شاگرد عصمت اینونو نے زمام اقتدار سنبھالا اور اپنے استاد کی راہ سے سرمو انحراف کیے بغیر دین بیزاری اور اسلام دشمنی کا عمل جاری رکھا۔ اسی کی تشکیل شدہ جماعت کے ذریعہ حکومت، فوج اور عوام کو اپنے قبضہ میں رکھا۔

اتاترک اور اس کے شاگرد عصمت نے اپنے تیس سالہ اقتدار کے دوران ترکی کی بنیادوں کو تبدیل کردیا۔ وہ ترکی جو سات صدیوں سے عظیم مسلمانوں، فاتحین، مجاہدین علماء اور صوفیا کی آماجگاہ رہا تھا اب سیکولرزم کے سرطان میں مبتلا ہو کر رہ گیا۔ اس کا نصاب ڈاروین کے نظریہ کی بنیاد پر قائم تھا۔ فحاشی اور الحاد ودہریت کی پرچار کے لیے وسیع پیمانے پر کام کا آغاز ہوا۔ تعلیم، اطلاعات، میڈیا، حکومت داری اور سوسائٹی کے مختلف شعبوں میں لادینیت کو فروغ دینے کے لیے بھرپور کوششیں شروع کردی گئیں، تاکہ قوم کو اپنی اسلامی ثقافت وتہذیب اور ایمانی فکر سے اجنبی

کر دیا جاسکے- اس طوفانِ لامذہبیت اور گمراہی کے مقابل مذہبی طبقہ کی طرف سے وقتاً فوقتاً تحریکیں اٹھتی رہیں، لیکن ترکی کی ظالم فوج اور کمالی نظریہ کے جرنیلوں کے ظالمانہ اقدامات اور تشدد سے وہ مسلسل دبتی رہیں-

اس سب کچھ کے باوجود ترکی کی غیور اور مسلمان قوم نے حوصلہ نہیں ہارا اور اپنے اصل کی طرف لوٹنے کی جدوجہد مسلسل جاری رکھی- یہ مبارزہ کبھی دیار بکر کے شیخ سعید پیر نقشبندی مسلح جہاد کی صورت میں کرتے رہے تو کبھی کردستان کے بدیع الزمان سعید نورسی اصلاح وارشاد کی صورت میں آگے بڑھاتے رہے- ترک عوام ناامیدی اور مایوسی کی ان گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھی امیدوں کی شمعیں جلاتے رہے اور پر اعتماد تھے کہ آزمائش سے بھرپور یہ رات کبھی صبح کے اجالے پر جاکر ختم ہو گی- اور ان کی مقدس امنگیں بھر آئیں گی-

آخری دور کے کچھ عشروں سے دیکھتا ہوں ہے کہ ترکی میں سیکولرزم کا غلبہ اور اسلام کی محکومیت کا پلڑا مختلف ہوتا جارہا ہے- چند عشرے قبل انجینیئر نجم الدین اربکان نے بڑی مہارت سے اسلام پرستوں کو متحد اور منظم کرنے کا مشن شروع کیا- جس کے نتیجہ میں موصوف کی جماعت 1995 کے انتخابات میں 21 فیصدی کے ساتھ سب سے نمایاں رہی اور اس طرح ترکی میں پہلی بار ایک مذہب پسند شخصیت ملک کا وزیر اعظم بن گیا- اربکان نے یہیں سے اس منصب کا استعمال کرتے ہوئے اپنے وسیع اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے اسلامی شعائر کے احیا کی کوششیں تیز کر دیں-

وسیع تر اقتصادی اصلاحات کے علاوہ استنبول کے تقسیم شدہ علاقہ میں ایک بڑا اسلامی کالج بنانا شروع کیا- خواتین کو حکومتی اداروں میں حجاب کے ساتھ کام کرنے کی اجازت دی- حج اور عمرے کے لیے زمینی راستہ کھول دیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ یہ مبارک عبادت سرانجام دے سکیں- 1997 میں افطار ڈنر پر متعدد تصوف کے رہنماؤں اور بزرگوں کو مدعو کیا- موصوف کے یہ سب اقدامات سیکولر جرنیلوں کے مزاج پر گراں گزرتے تھے- جس کی وجہ سے دباؤ اور خفیہ ریشہ دوانیوں کے ذریعے اربکان کو استعفی دینے پر مجبور کیا اور سیکولر جرنیلوں کی طرف سے ان کی سیاسی سرگرمیوں پر پابندیاں عائد کی گئیں-

اربکان کے بعد ان کے معروف شاگرد رجب طیب اردوان نے علمِ حریت تھاما اور اس سلسلہ کو آگے بڑھایا- تین نومبر 2002 کے انتخابات میں اردوان اور ان کی جماعت 550 سیٹوں میں سے 363 سیٹیں لے کر واضح اکثریت سے کامیاب ہو گئے اور یہ کامیابی بلاشبہ توقع سے بالکل ہٹ کر ملی تھی- اس وقت سے ترک سیاست طیب اردوان اور ان کی جماعت سے وابستہ ہو گئی اور آج تک یہی تسلسل قائم ہے-

اردوان ایک سیاسی رہنما ہیں- ہر سیاسی رہنما کی طرح ان کے حامی اور مخالفین دونوں موجود ہیں- لیکن ہم یہ برملا کہہ سکتے ہیں کہ اردوان ترکی جیسے سیکولر ملک میں دیگر تمام سیاست دانوں کی بہ نسبت اسلام کے لیے موزوں اور مناسب ہے اور مسلمانوں کے لیے بہر حال بہتر ہے- موصوف نے جس طرح ترکی کی معیشت اور سیاسی امیج کو بہتر بنایا ہے اس کے ساتھ ہی انہوں نے اسلامی شعائر کی احیاء کے لیے مؤثر اقدامات بھی اٹھائے ہیں-

اردوان کا ایک بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ترکی کے سیکولر اور کمالی نظریہ کے جنرلز کو اپنے قبضہ میں لاچکے ہیں- وہ فوج جو گزشتہ ادوار میں بار بار مذہب پرستوں کی سیاسی، اصلاحی اور مسلح تحریکوں کو شدت سے کچلتی رہی- اس کے علاوہ طیب اردوان نے فلسطین، برما اور دنیا بھر میں کمزور مسلمانوں کے لیے ہر محاذ پر آواز اٹھائی ہے- اردوان کے اس طرز عمل کو اگرچہ ان کے ناقدین سیاسی مفاد پرستی سے تعبیر کرتے ہیں مگر یہ کام اپنی جگہ قابل قدر اور مؤثر پالیسی ہے-

اردوان نے ترکی کے نصاب تعلیم سے ڈارون کے نظریہ اور ملحدانہ افکار کو حذف کر دیا- حجاب پر پابندی کا قانون ختم کرنے کا اعلان کیا- موصوف کے برسرپیکار مخالفین فیمنسٹ اور دیگر لبرلز ہیں جو اردوان کو قومی نظریہ (سیکولرزم) کی مخالفت کا الزام دیتے ہیں- اردوان نے تہذیب وثقافت کے بشمول ہر ہر میدان میں شعائر اسلامی کی احیاء کے لیے قابل قدر اقدامات کیے ہیں- گزشتہ دنوں آیا صوفیا کی عمارت کو مسجد میں بدلنا ایک ایسا اقدام تھا جس کی تمنا ترکی کی مسلمان قوم بڑے عرصہ سے دل میں رکھتی تھی-

اس میں شک نہیں کہ اردوان اور ان کی حکمران جماعت شدید مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں- اس وقت بھی ترکی نیٹو کا رکن ہے اور استعمار میں اس کا حصہ ہے- تمام تر کوششوں کے باوجود بھی اردوان ابھی تک ترکی کا زنا اور شراب سے متعلق سیکولر نظریات پر مبنی قانون نہیں بدل سکے اور اب تک ان محرمات پر پابندی لگانے سے قاصر ہیں- ترکی اس وقت بھی اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات رکھتا ہے اور کبھی تو اس کے بعض اقدامات مذہب پرستی کی بجائے پان ترکی ازم کے زیادہ قریب ہوتے ہیں-

مگر ان تمام مشکلات کے باوجود ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ہم ان کی اسلامی اصلاحات کو سیاسی مفادات سے وابستہ کرلیں- بدفالی کی بجائے ہمیں نیک شگونی سے کام لینا چاہیے- انہیں نیک توقعات کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان شاء اللہ ایک صدی کی اجنبیت اور اپنے اصل سے دوری کے بعد ایک دفعہ پھر تاریخی ترکی اپنے اسلامی اصل کی طرف لوٹ رہا ہے- جو عالمی سطح پر پوری امت اسلامیہ کے لیے ایک اچھی خوشخبری ہو سکتی ہے-

سول سوسائٹیز کا غاصب قوتوں کے ساتھ تعاون

محمد داعی

افغانستان میں جمہوریت کے عنوان تلے سول سوسائٹی، انسانی حقوق، نام نہاد آزادی، مساوات جیسی اصطلاحات جو بھاری بھرکم الفاظ کے پردے میں لپٹے ہوتی ہیں۔ یہ سب الفاظ کی حد تک تو نہایت خوش نما ہیں مگر اس کی تہہ میں گہری سازشیں پنہاں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک سول سوسائٹی ہے۔ مغرب کی اصطلاح میں سول سوسائٹی سے مراد رضاکارانہ طریقے سے امن وامان کے قیام، جمہوریت کے استحکام، شہری اخلاقیات، جدیدیت، ثقافتی خدمات کے لیے کوششیں ہیں۔ سول سوسائٹی کے کارکن زیادہ تر عام لوگوں کے بھیس ہی میں کام کرتے ہیں۔ لوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ ہم امن، ترقی وخوش حالی، تہذیب وتمدن کی حفاظت، ترقی یافتہ دنیا کی صف میں کھڑے ہونے اور باہمی اختلافات کے خاتمے کے لیے حکومت پر پریشر گروپ کا کام کرتے ہیں۔ ان میں کچھ لوگ شاید اسی جذبے کے تحت کام کرتے ہوں مگر اکثر کا ایجنڈا خطرناک ہوتا ہے۔

اب معاشرے کے اصلی اور حقیقی مسائل کیا ہیں؟ اللہ تعالی کے احکام کے نفاذ سے بے اعتنائی، امریکی جارحیت، امریکی مفادات کی جنگ، بم باری، عبادات کے مواقع پر مساجد میں دھماکے، سوگ اور شادی کے اجتماعات میں دھماکے، رات کے چھاپے، عوام کو تشدد سے قتل کرانا، عوام کے مابین منافقانہ رویوں کو فروغ دینا، غربت وبے روزگاری، منشیات کی بہتات، خوراک کی مواد میں ملاوٹ، مختلف قسم کی بیماریاں، ناخواندگی وجہالت، فحاشی، جنسی بے راہ روی، فساد وغیرہ ایسے مسائل و جرائم ہیں جو افغانوں کے لیے ایک چیلنج ہے۔ لیکن یہ سب سول سوسائٹی کی لغت میں جرائم ہیں اور نا ہی مسائل، بلکہ ان سب کو یہ لوگ مجبوری کا نام دیتے ہیں اور مجبوری ہی کے تحت اسے قبول کر لیا ہے۔ ان کی اصطلاح میں مسائل کچھ اور ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مسائل کیا ہیں جن کے خاتمے کے لیے یہ کوشاں ہیں؟ ان کے لیے سرخ لائن، جمہوریت، عقیدہ، زبان وبیان کی آزادی مغربی تعبیر کے مطابق انسانی حقوق، قومی اقدار کی عدم تعمیل، مرد وعورت کی عدم مساوات اور جمہوریت کے اصولوں کی عدم پاس داری ہے۔ اگرچہ سول سوسائٹی کے کارکن خود کو رضاکار باور کراتے ہیں لیکن سرمایہ دارانہ نظام میں مالی استحقاق کے بغیر کام کرنا تری حماقت ہے۔ ان کی مالی امداد بین الاقوامی اداروں اور این جی اوز کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ یہ مالیاتی ادارے ان کی معاونت کر کے افغانستان اور دیگر اسلامی ممالک میں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں تاکہ ان کے مفادات کے لیے راہ ہموار کی جا سکے۔ وہ کام جنھیں یہ لوگ سرانجام دیتے ہیں ان میں خواتین کے حقوق کا تحفظ، نفرتوں کو فروغ دینے کے لیے قوم پرستانہ نظریات کی اشاعت وترویج، قومی ولسانی تحفظ کے نام پر تنظیمیں بنانا، بنیادی اور حقیقی مسائل سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لیے پروگراموں کا انعقاد، مرد وعورت کی مساوات کے لیے کوششیں کرنا اور سرکاری عہدوں میں ان کا کوٹہ رکھنا وغیرہ۔

یہ وہ مقاصد ہیں جو ٹینکوں اور طیاروں کے ذریعے سرانجام نہیں دیے جا سکتے اور نہ ہی امریکی حکام اسے نافذ العمل کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امریکی حکام زیادہ تر اسی طریقہ کار کو بنیاد بنا کر اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

امریکا پچھلے بیس سالوں کے دوران عسکری جنگ کے ساتھ تہذیبی جنگ کو بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ سول سوسائٹی بیرونی سفارت خانوں اور ان کے اداروں کی جانب سے کنٹرول کی جاتی ہے۔ تاکہ امریکی مقاصد میں کامیابی حاصل کی جا سکے، اس نوع کی کمیونٹیز مغرب کی نرم جنگ کے لیے رائے عامہ ہموار کرنے کا کام کرتی ہیں جن میں استعمار کے مفادات کو تحفظ ملتی ہے۔

تاریخ کا انصاف

مستنصر حجازی

رواں سال 29 فروری کو قطر کے دارالحکومت دوحہ میں امریکا اور امارت اسلامیہ کے درمیان ہونے والے معاہدے کے مطابق گذشتہ ماہ امریکا نے افغانستان میں اپنے زیر استعمال پانچ اہم فوجی اڈے خالی کر دیے۔ اس خبر کی تفصیل یہ ہے کہ امریکا کے وزارت دفاع پینٹاگون کے چیف ترجمان جوناتھن ہاف نے منگل 14 جولائی کو ایک اعلان کے ذریعے یہ اطلاع دی کہ افغانستان میں امریکی افواج نے پانچ فوجی اڈے خالی کر دیے۔ اسی کے ساتھ افغانستان بھر میں افواج کی تعداد کم کر کے 8600 کر دی ہے۔ گویا اب افغانستان میں پہلے کی بہ نسبت امریکی افواج کی تعداد آدھی رہ گئی ہے۔ خالی ہونے والے اڈے صوبہ ہلمند، اروزگان، پکتیا اور لغمان میں واقع تھے۔ اس کے ساتھ ہی جولائی کے آخری عشرے میں بھی صوبہ ننگرہار کے ضلع اواچین اور ہسکہ مینہ میں امریکی افواج نے دو فوجی اڈے خالی کر کے ان کا کنٹرول کابل انتظامیہ کے سپرد کر دیا۔ اس سے قبل افغانستان میں لگ بھگ نو فوجی اڈوں میں 14000 فوجی تعینات تھے۔ معاہدے کے مطابق خالی ہونے والے اڈوں کی امارت اسلامیہ نے خیر مقدم کیا اور اسے امن عمل کی طرف اہم پیش رفت قرار دیا۔ امارت اسلامیہ نے بھی وعدوں کی پاس داری کرتے ہوئے پانچ ہزار قیدیوں کے بدلے ایک ہزار قیدیوں کی رہائی ممکن بنائی۔

عسکری لحاظ سے خالی کیے گئے فوجی اڈوں کی خاصی اہمیت ہے۔ مثلاً صوبہ ہلمند کے ضلع شوراب کے قلعہ بند 215 کا امریکی اڈا بگرام ائیر بیس کے بعد امریکا کا سب سے بڑا فوجی اڈا تھا۔ جس میں افواج کی تعداد بھی دیگر اڈوں سے کہیں زیادہ تھی۔ چند سال قبل ایک امریکی صحافی نے اس اڈے کے دورے کے بعد جو تاثرات لکھے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان تاثرات میں انہوں نے ایک چونکا دینے والا جملہ لکھا تھا۔ انہوں نے لکھا جب میں اڈے سے نکل رہا تھا تو باہر سے آنے والے مہمانوں کو احتیاطی تدابیر کا خیال رکھنے کے لیے دروازے پر یہ جملہ لکھا تھا: Hell begins from beyond this point جس کا مطلب ہے "یہاں سے آگے جہنم ہے" یہ محض ایک جملہ نہیں بلکہ صوبہ ہلمند میں امریکا اور کابل انتظامیہ کی سرکاری رٹ کا نوحہ تھا جس کی حقیقت خود امریکی صحافی کے قلم سے دنیا کو معلوم ہوئی۔ نہایت اہمیت کے حامل اس فوجی اڈے پر امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے کئی مرتبہ بڑے حملے کیے۔ مارچ 2019 میں امارت اسلامیہ کے نو فدائی مجاہدین نے اس اڈے کے اندر گھس کر 48 گھنٹوں تک مسلسل جنگ جاری رکھا۔ ان حملوں میں کم از کم 397 امریکی و افغان اہل کار ہلاک ہوئے، جن میں 137 امریکی فوجی، 15 پائلٹ اور 18 طیاروں کے مکینیک مارے گئے تھے جبکہ 19 زخمی ہوئے تھے۔ امارت اسلامیہ جب بھی بہار کے موسم میں نئے آپریشن کا آغاز کرتی تو جن صوبوں میں بڑی کارروائیاں کرنے کے منصوبے بناتی ان میں ایک صوبہ ہلمند بھی ہوتا تھا۔

خالی کیے گئے فوجی اڈوں میں سے ایک صوبہ اروزگان کے ضلع چورہ میں ہے۔ صوبہ اروزگان کا دارالحکومت ترین کوٹ ہے۔ افغانستان کے جنوب مغرب میں 22696 مربع کلومیٹر کا یہ صوبہ 320,589 نفوس پر مشتمل ہے۔ اس صوبے کی اسٹریٹیجک اہمیت کئی حوالوں سے ہے۔ یہاں زیادہ تر پہاڑی سلسلے ہیں۔ روس کے خلاف جہاد کے دوران بھی یہ صوبہ مجاہدین کا اہم ٹھکانہ رہا ہے۔ امریکی و اتحادی افواج اس صوبے میں بڑی کارروائیاں کرتے تھے کہ انھیں ڈر تھا اگر مجاہدین نے فتح کیا تو پہاڑی سلسلوں کی وجہ سے اس کا چھڑانا بہت مشکل ہوگا۔ امارت اسلامیہ کے سقوط کے بعد موجودہ کٹھ پتلی حکومت کی ابتدا اسی صوبے

سے ہوئی۔ امریکی واتحادی افواج نے حامد کرزئی کو یہیں سے اٹھا کر قندہار سے ہوتے ہوئے کابل تک پہنچا کر تخت نشین کرایا۔ 2009 میں مجاہدین نے یہاں بھرپور طاقت کا مظاہرہ کیا، جس کی وجہ سے بالترتیب آسٹریلین، ڈچ آرمی اور امریکی افواج نے اپنے اپنے اڈے خالی کردیے۔ مگر اس کے کچھ ہی عرصے بعد اتحادیوں نے فوج کے خصوصی دستے بھیجے، جگہ جگہ پولیس کی چوکیاں قائم کیں جس کی وجہ سے یہ صوبہ ایک بار پھر اتحادی افواج کے قبضے میں گیا۔ 2015\16 میں مجاہدین نے یہاں بڑی کارروائیاں کیں، صوبے کا تقریبا آدھا حصہ فتح کیا۔ اسی سال جولائی میں کابل انتظامیہ کے سفاک اور مظالم میں شہرت رکھنے والے جنگجو حاجی طالب بھی مارا گیا تھا۔ حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ یہاں کی تقریبا سو فی صد آبادی امارت اسلامیہ کے ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں زیادہ دیر تک اتحادی افواج کے قدم نہیں جم سکے۔

جنوب مشرقی صوبے پکتیا میں بھی ایک فوجی اڈا خالی کیا گیا۔ 19,482 مربع کلو میٹر کا یہ صوبہ 809,772 نفوس پر مشتمل پہاڑی صوبہ ہے۔ اس کا دارالحکومت گردیز ہے۔ یہاں امریکا کے دو فوجی اڈے ہیں، ایک دارالحکومت گردیز میں ایک صوبہ پکتیکا کے سرحد سے متصل ضلع گیان میں ۔اس کی سرحدیں جنوب مشرق میں خوست، مشرق میں پڑوسی ملک پاکستان کے ضلع پارہ چنار اور جنوب مغرب میں پکتیکا کے ساتھ ملتی ہیں۔ اس صوبے کے دو شہروں احمد آباد اور سید کرم کے علاوہ سبھی اضلاع اور شہر پہاڑی سلسلے میں ہے۔ یہاں 2010، 2015 اور 2017 میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے پے در پے کامیاب حملے کیے۔ 2015 میں تو کئی اضلاع مکمل طور پر امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے فتح کیے۔ اس کے بعد یہاں کے اراکین اسمبلی نے کئی مرتبہ مرکزی حکومت سے مدد کی اپیل کی۔

مشرقی صوبہ لغمان بھی وہ صوبہ ہے جہاں سے امریکا نے حال ہی میں ایک فوجی اڈا خالی کردیا۔ یہاں کی آبادی 382, 280 ہے اور 3,843 مربع کلو میٹر پر مشتمل ہے۔ لغمان اس حوالے سے نہایت اہمیت کا حامل ہے کہ کاپیسا اور بامیان کا راستہ یہاں سے ہوکر گزرتا ہے۔ صوبہ ننگرہار سے متصل لغمان کے دور افتادہ علاقے گمبیڑی میں یہ فوجی اڈا امریکا نے 2011 کے اوائل میں تعمیر کیا اور یہ افغانستان کے مشرق میں سب سے بڑا فوجی اڈا تھا۔ یہ اڈا جیسے ہی تعمیر کیا گیا امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے اسی وقت کامیاب حملے کیے، اس اڈے کے انخلا تک کئی حملے کیے۔

ایک لمحے کے لیے اگر ہم سوچیں کہ کہ اکتوبر 2001 میں امریکا کا لب ولہجہ کیا تھا اور آج 2020 میں اس کا لب ولہجہ کیا ہے۔ اس وقت طاقت کے استعمال کے لیے بے چین تھا جبکہ آج بات چیت اور مذاکرات کے لیے تمام تر مفادات قربان کرنے کے لیے بھی تیار ہے۔ یہ تاریخ کا سبق ہے اور تاریخ کا ایک ہی سبق ہے جس میں کسی پس و پیش اور کسی رو رعایت کی گنجائش نہیں ہے۔ درست سمت کھڑے ہونے کی صورت میں کامیابی اور غلط سمت کھڑے ہونے کی صورت میں ناکامی مقدر ہوگی۔ بہر حال ان حالات میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین مبارک باد کے مستحق ہیں جنھوں نے کبھی اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کیا اور اپنے نصب العین میں کسی کوتاہی کو برداشت نہیں کیا۔ اسی طرح امریکا کی بدلتی پالیسی بھی لائق تحسین ہے جس میں ان حقائق کا ادراک کیا گیا کہ طاقت کا استعمال تمام مسائل کا حل نہیں ہے بلکہ معاصر دنیا میں بات چیت اور مذاکرات کی ٹیبل ہی مسائل کے حل کی واحد راہ ہے۔ اب فوجی اڈوں کے انخلا کے بعد مذاکرات کے اگلے مراحل میں فریقین ان سازشی عناصر پر کڑی نظر رکھیں جو ہر وقت مذاکرات کی ناکامی کے لیے متحرک رہے ہیں۔ تبھی بامعنی مذاکرات کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکے گا۔

عقل کتنا قابلِ قدر جوہر ہے؟

حسن زوئی

عقل وہ جوہر ہے جس کی وجہ سے انسان دیگر جانداروں سے ممتاز ہوتا ہے۔ جس سے انسان میں علوم کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی لیے شرعی احکام کا وہ مکلف بنتا ہے۔

عقل کا اصل مقام کہاں ہے؟

اس بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ اس کا مقام دل ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی جانب بھی یہ قول منسوب ہے۔ انہوں نے اللہ تعالی کے اس فرمان سے بھی استدلال کیا ہے۔: فتکون لھم قلوب یعقلون بھا۔ اسی طرح ”لمن کان لہ قلب“ کی تفسیر میں مفسرین رحمہم اللہ قلب کا ترجمہ عقل سے کرتے ہیں۔ یعنی یہاں ذکر محل کا ہے اور مراد حال ہے۔ جسے علم بلاغت کی اصطلاح میں مجاز مرسل کہا جاتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک شخص قیام کم کرتا ہے اور سوتا زیادہ ہے۔ یعنی نوافل کم پڑھتا ہے۔ اور دوسرا شخص زیادہ قیام کرتا ہے اور سوتا کم ہے۔ آپ کو ان دونوں میں بہتر کون لگتا ہے؟ ام المومنین رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا یہی سوال میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ ان میں جو سب سے زیادہ عقلمند ہے وہ بہتر ہے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ میرا سوال دونوں کی عبادت کے حوالے سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! دونوں سے صرف عقل کے حوالے سے پوچھا جائے گا۔ جو زیادہ (اخروی معاملات میں) عقل مند ہو وہ دنیا اور آخرت میں کم عقلوں پر فضیلت والا ہے۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کا اسلام اس وقت تک اعلی مت سمجھو جب تک اس کے عقل کی گرفت معلوم نہ ہو۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالی نے پیدا کی وہ قلم ہے۔ پھر نون کو پیدا فرمایا۔ اس سے مراد دوات ہے۔ پھر قلم کو حکم دیا کہ لکھو! قلم نے پوچھا کیا لکھوں؟ اللہ تعالی نے فرمایا لکھو! وہ کچھ جو ہونے والا ہے۔ اور وہ کچھ جو قیامت تک ہوگا۔ پھر عقل کو پیدا فرمایا اور فرمایا مجھے میری عزت کی قسم ہے کہ تم سے اس شخص کو مکمل کروں گا جو مجھے محبوب ہوگا۔ اور تیرا تھوڑا حصہ دوں گا اس کو جو مجھے محبوب ہوگا۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت ہے کہ اللہ تعالی نے جب عقل کو پیدا فرمایا تو اسے حکم دیا کہ پیچھے ہو جاؤ۔ وہ پیچھے ہٹا۔ پھر فرمایا آگے آجاؤ، وہ آگے آیا۔ پھر فرمایا: مجھے میری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ تم سے بہتر چیز میں نے پیدا نہیں کی۔ تمہاری وجہ سے ہی عطا کروں گا اور تمہاری وجہ سے ہی چھینوں گا۔ اور تمہاری وجہ سے ہی مواخذہ ہوگا۔

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے انبیاء پر اس بات کو نازل فرمایا کہ شیطان پر کچھ بھی اتنا شاق نہیں ہے جتنا ایک عاقل مؤمن۔ حال یہ کہ وہ سو جاہلوں کو برداشت کر سکتا ہے، اس لیے انہیں اپنے پیچھے چلاتا ہے۔ ان کے کندھوں پر سوار ہوتا ہے۔ جس طرف چاہتا ہے انہیں لے جاتا ہے۔ عقلمند مؤمن سے شیطان کا مقابلہ بہت سخت ہوتا ہے۔ اس سے اپنے مطلب کی کوئی چیز حاصل نہیں کر پاتا۔

وھب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ شیطان کے لیے ایک عاقل مومن کے مقابلے میں پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹانا اور ذرہ ذرہ لے کر جانا آسان ہے۔ کیوں کہ جب مومن عقل وبصیرت کا مالک ہو تو شیطان پر پہاڑ سے زیادہ بھاری اور لوہے سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ شیطان طرح طرح کے بہانوں سے انہیں اپنے مقام اور مرتبے سے ہلانا اور الگ کرنا چاہتا ہے۔ مگر ہٹا نہیں سکتا۔ تو وہ بہت افسوس سے اعتراف کرتا ہے کہ اس پر بس نہیں چلا۔ پھر وہ جاہل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اسے اپنے جال میں گھیر لیتا ہے۔ اس کے کاندھوں پر سوار ہوتا ہے۔ رسوائی کے ایسے کھڈوں میں گراتا ہے کہ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں اسے برباد کر دیتا ہے۔ ایسے گناہ کراتا ہے کہ جن کی وجہ سے اسے کوڑے پڑتے ہیں۔ پتھروں سے مارا جاتا ہے۔ اس کا سر مونڈھ دیا جاتا

ہے اور چہرہ کالا کر دیا جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں کٹ جاتے ہیں۔ تختۂ دار پر لٹک جاتا ہے۔

دو طرح کے انسان بظاہر ایک عمل میں دونوں برابر ہوتے ہیں۔ مگر جو لوگ عقل میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہوں تو درجات کے اعتبار سے دونوں کے اعمال میں مشرق و مغرب کا فرق ہوتا ہے۔

وھب فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے بیٹے! اللہ تعالی کے بارے میں ہوشیار رہو۔ کیوں کہ اللہ تعالی کے بارے میں سب سے ہوشیار شخص کے اعمال بھی سب سے زیادہ بہتر ہوتے ہیں۔ شیطان عقل مندوں سے بھاگتا ہے۔ اور اس میں یہ طاقت نہیں ہوتی کہ وہ عقلمندوں کا مقابلہ کرے۔

مطرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مومن کو ایمان کے بعد سب سے پسندیدہ چیز جو دی گئی ہوتی ہے وہ عقل ہے۔ حضرت معاویہ بن قرۃ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ حج کرتے ہیں۔ جہاد کرتے ہیں۔ نماز ادا کرتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں مگر سب ثواب میں برابر نہیں ہوتے۔ قیامت میں سب کو ان کے عقلوں کے تناسب سے اجر کم اور زیادہ ملے گا۔

ابوزکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت میں ہر شخص اپنے عقل کے مقدار میں نعمتوں کے مزے لے گا۔ جو دوسروں کو ہلکی نظر سے نہیں دیکھتا۔ بڑوں کا احترام کرتا ہے۔ اپنے سے کمزور اور چھوٹے لوگوں کو حقارت سے نہیں دیکھتا۔ اپنی باتوں میں بڑھائی سے خود کو بچاتا ہے۔ معاشرتی زندگی میں تمام آداب کا خیال رکھتا ہے۔ اللہ تعالی اور اس کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اپنے خالق سے اس کا رابطہ مضبوط ہو وہی عقلمند ہے۔ اور ایسے عقلمند دنیاوی زندگی میں ہر نقصان سے خود کو بچاتے ہوئے زندگی گذارتے ہیں۔ حضرت وھب فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹے انسان کی عقل اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک اس میں یہ دس صفات نہ ہوں۔

۱۔ تکبر اور غرور سے محفوظ رہنا۔

۲۔ نیک کاموں کی طرف مکمل توجہ۔

۳۔ دنیاوی مال و متاع صرف ضرورت کے بقدر اپنے پاس رکھنا اور زائد خرچ کرنا۔

۴۔ تواضع کو دشمنی سے بہتر سمجھنا۔

۵۔ لوگوں کے سامنے عاجزی کو عزت اور بلندی سے بہتر سمجھنا۔

۶۔ سمجھداری کی باتوں کے حصول سے کبھی نہ تھکنا۔

۷۔ اپنی کسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کسی سے کوئی طلب تحکمانہ انداز میں نہ کرنا۔

۸۔ کسی کی کم نیکی کو بھی بڑا سمجھنا۔

۹۔ کسی پر کیا ہوا کوئی بہت بڑا احسان بھی چھوٹا سمجھنا

۱۰۔ دسویں چیز جو بلند ہمتی اور دنیا میں نیک نامی کی علامت ہے۔ وہ یہ کہ سب لوگوں کو اپنے سے بہتر سمجھنا۔ اور سب لوگوں کو خود سے بہتر سمجھنا۔ کوئی تم سے اچھائی کرے تو اس پر خوش ہونا اور دل میں اپنے اندر اسی طرح کی صفات پیدا کرنے کی خواہش کرنا۔ اگر کسی کو بری حالت میں دیکھے تو یہ حقیقت سامنے لائے کہ ہو سکتا ہے اسے نجات مل جائے اور میں ہلاک ہو جاؤں۔ یہ صفات کسی انسان میں پیدا ہوں تو سمجھ جاؤ کہ اس کا عقل کامل ہو گیا۔

مکحول رحمہ اللہ تعالی نے حضرت لقمان کا یہ قول روایت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا: انسان کا شرف اور اس کی سرداری حسن عقل سے عبارت ہے۔ کسی کی عقل میں بلندی اس کے گناہوں پر پردہ ڈالتی ہے۔ اس کے تمام برائیوں کی اصلاح کرتی ہے۔ اور مولی کی رضا انہیں نصیب ہو گی۔ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: کسی سے بھائی چارہ اور اخوت قائم کرنا چاہو تو اسے غصہ دلاؤ۔ اگر غصے میں وہ اعتدال سے باہر نہیں نکلا تو اس سے بھائی چارہ اور دوستی کرو۔ ورنہ دور رہو۔

یقینا عقل اللہ تعالی کی بڑی نعمت ہے۔ اور عقل سے کام لینے کی استعداد پیدا کرنا اللہ تعالی کا بڑا فضل ہے۔ اس زمانے کے مسلمان خوش قسمت ہیں جنہیں اللہ تعالی نے ہوشیار مقتدی، رہنما اور حاکم عطا کیے ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ حاکموں اور رہنماؤں کی ہوشیاری نے مسلمانوں کو ہر زمانے میں بہت فائدے پہنچائے ہیں۔ اور ان کی حماقت نے مسلمانوں کو بہت بڑی تباہیوں میں ڈالا ہے۔ اللہ تعالی ہر جگہ مسلمانوں کو ہوشیار اور عقلمند حاکم عطا فرمائے اور کم عقل حکام سے انہیں محفوظ رکھے۔

عبدالرشید دوستم، صادق اور امین سے قاتل، خائن اور پھر فیلڈ مارشل تک

سید عبدالرزاق

2014 میں جب افغانستان میں انتخابات کا ڈرامہ رچایا گیا تو قاتل ملیشیا کے لیڈر رشید دوستم کو موجودہ کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی کے نائبِ اول کے طور پر مقرر کیا گیا- نام نہاد انتخابات میں بدترین دھاندلی ہونے کے ساتھ اقتدار کے لیے سودا بازی بھی ریکارڈ سطح پر ہوئی- دھونس دھمکی کا نتیجہ تھا کہ صدارتی نظام میں چیف ایگزیکٹیو کا عہدہ برآمد کر کے حریف کو سونپ دیا گیا-

اشرف غنی نے جس شخص کو نائبِ اول مقرر کیا تھا انتخابات کے بعد وہ بلا شرکتِ غیرے نائب صدر بن گیا- جس کا مطلب یہ تھا کہ مملکت افغانستان میں اشرف غنی کی نگاہ میں رشید دوستم سب سے زیادہ صادق اور امین تھا، تب ہی تو اسے اپنے بعد سب سے بڑا عہدہ دیا گیا تھا- جبکہ حریف ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ خود اشرف غنی اور اس کے رفیق کار رشید دوستم کو خائن سے لے کر قاتل اور غدارِ ملت تک کے القابات سے نوازتا تھا- گویا اس کی نظر میں رشید دوستم کسی کونسلر شپ کا بھی اہل نہیں تھا بلکہ وہ یا تو جیل کا مستحق تھا یا پھر پھانسی کے پھندے کا- اس کے علاوہ وہ کسی اور کام کے لیے انتخاب ہو ہی نہیں سکتا تھا-

اس عہدِ ناگفتہ بہ پر دو سال ہی گزرے تھے کہ رشید دوستم اور اشرف غنی کے تعلقات کشیدہ ہو گئے اور تناؤ بڑھ گیا- اشرف غنی نے اسے ملک بدر کر دیا اور کوششِ بسیار کے باوجود اسے ملک میں آنے کی اجازت نہ دی- پوچھنے پر وجہ یہ بتائی جاتی تھی کہ یہ ملت کا قاتل ہے- یہ غدار ہے- یہ خائن ہے- دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ اس زبان سے نکلتے تھے جو ابھی دو سال قبل اسے صادق اور امین قرار دے رہی تھی اور یہ سب کچھ وہی اشرف غنی کہتا تھا جو صرف دو سال پہلے اسے سچائی اور دیانتداری کی سند جاری کر چکا تھا-

2016 سے مسلسل یہ تناؤ کی کیفیت جاری رہی- اس عرصہ میں عبداللہ عبداللہ اپنی گزشتہ باتوں سے یوٹرن لیتے ہوئے دوستم کو قریب کرنے لگا اور جا بہ جا اسے مظلوم ثابت کرنے لگا- اس کا فائدہ یہ ہوا کہ 2019 کے انتخابات میں دوستم عبداللہ کا حلیف بن گیا اور بھرپور ساتھ دینے لگا- انتخابات کے نام پر جاری ڈرامہ کا ہیرو جب اشرف غنی منتخب ہوا اور کاغذ کا دیو وہی قرار پایا تو عبداللہ نے احتجاج کے ساتھ ساتھ دباؤ کے بھی مختلف طریقے آزمائے- پانچ مہینے مسلسل ان کی کشمکش چلتی رہی- اس پورے عرصہ میں اشرف غنی عبداللہ کے مطالبات کو ناجائز اور خود کو عوام کا حقیقی نمائندہ کہتا تھا اور عبداللہ کے ساتھی دوستم کو قاتل اور وہ سب القابات دیتا تھا جن کی رو سے دوستم کسی طرح بھی جینے کا حق نہیں رکھتا تھا، چہ جائیکہ اسے کوئی عہدہ بھی دیا جائے- دوسری طرف سے عبداللہ یہ کہتا تھا کہ میں کسی صورت اپنے حق سے دستبردار نہیں ہوں گا- عوام نے مجھے ہی منتخب کیا ہے- اگر میں نے اشرف غنی کو قبول کیا یا کسی طرح سے مصالحت کی تو یہ عوام کے مینڈیٹ سے غداری ہو گی- آخر کار سودے بازی طے ہو گئی- اشرف غنی صدر اور عبداللہ کے لیے ایک دفعہ پھر نیا عہدہ تخلیق کیا گیا جس کے لیے نام بھی خود ساختہ ایجاد کیا گیا- اس کے ساتھ دلچسپ امر یہ پیش آیا کہ دونوں حریفوں کے متفقہ غدار، قاتل اور خائن "رشید دوستم" کو فیلڈ مارشل بنا دیا گیا- ان دونوں کی سودا بازی تو خیر عام تھی البتہ دوستم تو دونوں کی نگاہ میں بدترین مجرم تھا- کسی صورت وہ کسی عہدے کا اہل نہیں تھا- اپنی اپنی تقریروں میں دونوں اقتدار کے بھوکوں نے عوام کو اس ظالم سے چھٹکارا دینے کے وعدے کیے تھے- اس وحشی اور درندہ صفت انسان کو کیفر کردار تک پہنچانے کے وعدے کیے تھے- لیکن اسی کو صرف عہدہ ہی نہیں دیا بلکہ اس کے لیے باقاعدہ تقریب کا انعقاد کیا گیا اور اسے اس اعزاز سے نوازا گیا- 15 جولائی کو جوزجان میں یہ تقریب منعقد ہوئی اور بڑے بڑے منصب داروں کے حضور دوستم کو فیلڈ مارشل کا اعزاز دیا گیا- نام نہاد صدر کا پیغام تہنیت پڑھا گیا اور عبداللہ نے بذات خود شرکت بھی کی-

فیلڈ مارشل کا عہدہ جن ممالک میں مروج ہے وہاں مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ایک اعزازی عہدہ ہے- عام طور پر چیف آف سٹاف، سپریم کمانڈر، چیئرمین آف جوائنٹ کمیٹی اور دیگر بڑے سربراہوں کو فور سٹارز لگائے جاتے ہیں جبکہ فیلڈ مارشل کو ایک پانچواں ستارہ بھی عنایت کیا جاتا ہے جو اس کا بڑا اعزاز ہوتا ہے- لیکن اس اعزاز

کے لیے چند شرائط ہیں جن میں پہلی اور اولین شرط یہ ہے کہ جس کو یہ عہدہ دیا جارہا ہے وہ کسی مجرمانہ کیس میں ملوث نہ ہو۔دوسری شرط یہ ہے کہ اس آدمی نے ملک وقوم کے لیے کوئی قابل فخر کارنامہ سرانجام دیا ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ ملک وقوم کی بے پناہ مقبولیت اسے حاصل ہو۔اب ان تین شرائط کی روشنی میں ہم ذرا دوستم کے ماضی کو دیکھتے ہیں۔ایک تو عام مجرمانہ کیس ہوتے ہیں اور ایک عالمی سطح کے۔2001 میں دوستم نے ہزاروں طالبان کو ماورائے عدالت کنٹینروں میں محبوس کر کے گھٹن سے ماردیا۔ قتل کا یہ انوکھا انداز تاریخ میں پہلی دفعہ ایجاد کیا گیا۔ بغیر کسی عدالتی فیصلے کے اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کے قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے لوٹ مار کے ساتھ ساتھ ہزاروں بے گناہوں کو جیل میں ڈالا اور جیل میں پھر وہ سلوک کیا گیا جس کی مثال چنگیز کے ہاں ملتی ہے اور نہ ہی ہلاکو خان کے دور میں۔

جب اس کے مارشل ہونے پر یہ اعتراض کیا گیا تو جواب ملا کہ اس عہدہ کے لیے وہ جرم رکاوٹ بن سکتا ہے جو عدالت میں زیر بحث آیا ہو۔پہلے تو خود یہ جواب انسانی اصول اور بشری حقوق کے خلاف ہے لیکن تھوڑی دیر کے لیے اس کو تسلیم کرتے ہیں اگرچہ یہ قابل قبول نہیں ہے۔ابھی تین سال پہلے کی بات ہے کہ دوستم نے بلخ کے سابق گورنر ایشچی کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔یہ جنسی تشدد بھی اجتماعی طور سے کیا گیا تھا۔ دوستم کا یہ عمل جہاں مذہب، انسانیت اور اخلاقیات کے منافی تھا وہیں انہیں کی عدالت نے اس مسئلہ کو سنجیدہ لینے کا دعوی کیا اور خود اشرف غنی نے بھی اس مسئلہ کو منطقی انجام تک پہنچانے کا کئی بار وعدہ کیا۔اور اب تک عدالت کے اندر یہ کیس موجود ہے جس میں مرکزی ملزم دوستم ہی ہے۔ایک عام کیس میں بھی کسی کو مارشل کا عہدہ نہیں دیا جاسکتا لیکن سردست یہاں تو انسانیت کے سب سے گرے ہوئے عمل پر بھی چشم پوشی کی گئی ہے۔

کمال دیکھیے کہ یہاں کوئی عام لواطت بھی نہیں، کسی عام فرد کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہے۔ بلکہ یہاں دو باتیں اہم ہیں: ایک تو یہ کہ ایشچی کی عمر کا تقاضا ہے کہ اس جیسے کردار کے مالک کو سرعام پھانسی دی جائے۔دوسری بات یہ ہے کہ ایشچی اسی انتظامیہ کا گورنر رہا ہے جس کی رو سے اس کے منصب اور عہدہ کی خاطر اس کے مجرم کو کسی طرح بھی اس اہم ترین عہدہ پر فائز نہیں کیا جاسکتا۔ مگر ہوس کے پجاریوں نے یہاں بھی محض اپنے ہوس کی خاطر سب کچھ بالائے طاق رکھ دیا۔

فیلڈ مارشل کے عہدہ کے لیے ضروری ہے کہ اس شخص نے ملک وملت کے لیے کوئی قابل فخر کارنامہ سرانجام دیا ہو۔یہاں دیکھا جائے تو دوستم نے ملک وملت کو دوسروں کی غلامی میں جکڑنے کی جو سعی کی ہے اور اپنی ملت کو ایک جگہ نہیں ہر فورم پر جو کوششیں کی ہیں بلاشبہ وہ اس کو غلام مارشل بنانے کے لیے کافی ہیں۔ موصوف کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ امریکی تو شہید ہیں۔ خود انہوں نے سینکڑوں، ہزاروں اپنے بے گناہ ہم وطنوں کو شہید کیا۔یہ اس کے کارنامے ہیں جو اشرف غنی اور عبداللہ دونوں کے سامنے ہیں اور یہی اس کا سبب بنے ہیں کہ اس کو مارشل بنادیا جائے۔

مارشل بنانے کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ اسے اپنی عوام میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہو۔اب دیکھتے ہیں کہ دوستم کتنی مقبولیت رکھتا ہے؟ اوروں کی نہیں خود اسے مارشل بنانے والے اشرف غنی نے اس کے جہاز کو لینڈنگ سے روکتے ہوئے یہ کہا تھا کہ دوستم اس لائق نہیں کہ اسے سرزمین افغانستان میں رہنے دیا جائے، افغانستان کے غیور عوام اسے مسترد کرچکے ہیں۔ جبکہ عبداللہ یہ کہتا تھا کہ دوستم تیس سال سے ملت کی نگاہ میں مردود ہوچکا ہے۔لیکن اب انہی دونوں نے اسے مارشل جیسے سب سے بڑے قومی اعزاز سے نوازا ہے۔حقیقت دیکھنی ہو تو آج سروے کرلیں پورے افغانستان میں دو فیصد لوگ بھی نہیں ملیں گے جو دوستم کو کسی بھی درجہ میں چاہتے ہوں۔

یہاں المیہ یہ ہے کہ مارشل کا عہدہ ہو یا کوئی اور یہ سب اپنے ذاتی مفادات کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔سابق نام نہاد صدر حامد کرزئی کو جب شمالی اتحاد سے خطرہ محسوس ہوا اور اپنے اقتدار کے آگے رکاوٹ محسوس کی تو اسی شمالی اتحاد سے محمد قسیم سے ساز باز کر کے اسے شمالی اتحاد اپنے لیے راہ ہموار کرنے کا کام سونپ دیا۔ بدلے میں انہیں مارشل کا خطاب دیا۔ جبکہ اشرف غنی اور عبداللہ نے اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے دوستم کو یہ عہدہ سونپا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں دوستم اور قسیم فہیم نے کسی بھی فوجی ٹریننگ تک میں حصہ نہیں لیا ہے۔ تعلیم ان کی کچھ نہیں۔کارنامے اپنی ملت کے قتل کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ غلامی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور یہ سب کچھ اسے یہ رتبہ دینے والے بھی مانتے ہیں۔ لیکن اقتدار کے نشہ نے انہیں یہ سب کچھ پاؤں تلے روندنے پہ مجبور کرڈالا۔

ہفتہ وار پریس بریفنگ

جنگی جرائم سے چشم پوشی کیوں؟

2020-07-04

گذشتہ ماہ ہلمند کے ضلع سنگین میں کابل انتظامیہ کی فورسز نے اپنے ایک اڈے سے عام لوگوں کے ایک بازار پر مارٹر کے گولے فائر کیے۔ جہاں ہر ہفتے سینکڑوں عام دیہاتوں کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور مال مویشی بیچتے ہیں۔ اس حملے میں درجنوں عام لوگ جو سب کے سب بے گناہ لوگ تھے۔ سب مویشی مالکان، چرواہے، ہاری اور کئی کم عمر بچے شامل تھے شہید ہوگئے۔ درجنوں زخمی ہوگئے۔ اس کے علاوہ عام لوگوں کو بھاری مالی نقصان بھی پہنچا۔ اس سانحے کے بعد عام لوگوں نے موبائل فونوں کے ذریعے واقعے کی براہ راست مناظر سوشل میڈیا پر دکھائے۔ ان مستند ویڈیوز میں عام لوگوں نے کہا کہ حملے کے جائے وقوعہ کے قریب کابل انتظامیہ کے فوجیوں نے اپنے اڈے سے یہ گولے داغے۔ مگر اشرف غنی کے ترجمان صدیق صدیقی نے بجائے اس کے کہ ہونے والے حملے پر معافی مانگتے یا ہمدردی کا اظہار کرتے، بہت ڈھٹائی سے جھوٹ بولنا شروع کیا، اس سانحے کے حقائق بدلنے اور امارت اسلامیہ کے ذمے ڈالنے کی کوشش کی۔

واقعے کے کچھ عرصے بعد علاقے کا دورہ کرنے والے میڈیا کے صحافیوں نے کہا کہ حملہ کابل انتظامیہ کی فورسز نے کیا ہے۔ اسی طرح کابل میں اقوام متحدہ کی نمائندہ تنظیم یوناما نے بھی ایک اعلامیہ جاری کرکے اس بات کی تائید کی کہ حملہ علاقے میں کابل انتظامیہ کے اڈے سے ہوا ہے

ماضی میں ہونے والے اس طرح کے عوامی قتل عام کے واقعات کے اصل عاملوں کی تحقیق نہیں ہوتی تھی۔ اس بار ماضی کے برخلاف اس واقعے کی تحقیق ہوگئی۔ اس کے اصل عاملین کا تحقق ہوگیا، یہ ایک اچھی پیش رفت ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ میڈیا نمائندوں، اقوام متحدہ کے دفتر اور انسانی حقوق کے نمائندوں نے صرف ایک بات کی کہ حملہ کابل انتظامیہ کی فورسز نے کیا ہے اور بس۔ اس سے آگے مجرموں کو پکڑنے، عدالت میں حاضر کرنے اور ظالمانہ قتل عام کا حساب مانگنے کی بات نہیں کی۔

یہ ادارے جو خود کو انصاف اور انسانی حقوق کا علمبردار قرار دیتے ہیں، کیا انصاف اور انسانی حقوق کی حفاظت صرف کاغذ پر جاری ہونے والی رپورٹوں اور اعلامیوں سے ہوتا ہے یا اس سے آگے حق دار کو اس کا حق بھی پہنچانا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے صرف اعلامیوں، مذمتوں اور مجرموں کے تعین سے انصاف قائم نہیں ہوتا۔ نہ مظلوموں کے زخموں کا مداوا ہوتا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ سنگین کے سانحہ کے زخمی ابھی ہسپتالوں میں پڑے ہیں، یتیموں کی آنکھوں کے آنسو ابھی خشک نہیں ہوئے، مگر عوامی ماحول میں یہ سانحہ گذر چکا اور بھلا دیا گیا۔ حالانکہ اس واقعے کے ملزمان متعین اور واضح ہیں۔ نہ کوئی گرفتار ہوا، نہ کسی کو سزا دی گئی، نہ شہداء کے خاندانوں سے سرکاری سطح پر ہمدردی کا کوئی اظہار کیا گیا۔

امارت اسلامیہ، افغانستان میں پیش آنے والے جنگی جرائم کے معاملے میں ایسا عدم توازن اور سہل انگاری جرم کے اوپر دوسرا جرم اور قوم کو دھوکا قرار دیتی ہے، جو ہماری مظلوم قوم کے خلاف ہو رہا ہے۔ جنگی مجرموں کی معافی کا غلط کلچر ختم ہونا چاہیے۔ سنگین واقعہ سمیت جنگی جرائم کے تمام معلوم الحال مجرموں کو سزا دی جانی چاہیے۔

دین اور دیانت سے واضح دشمنی

2020-07-11

ویسے تو افغانستان میں جارحیت پسندوں اور ان کے حامیوں کی آمد کے ساتھ یہاں دینی اقدار اور شعائر کے خلاف کام کا آغاز ہوگیا۔ یہ کوشش اب بھی جاری ہے تاکہ غیر اسلامی ثقافت، اقدار اور اخلاقیات ہمارے مومن عوام پر مسلط کردیں۔ فکر اور سوچ کی ترویج کے لیے ایک اہم شعبہ تعلیم ہے۔ اکثر ممالک میں غیر دینی افکار تعلیمی کتابوں کے ذریعے پھیلائی گئی ہے اور معصوم بچوں کے ذہنوں کو اس سے مسخر کیا گیا ہے۔

مگر چونکہ ہماری قوم کا دینی شعور بلند ہے اور اسلامی غیرت کا جذبہ زندہ ہے، اس لیے یہاں تحریف کا کام تدریجی انداز میں شروع کیا گیا ہے۔ دین بیزار قوتوں نے پہلے جہاد، شریعت، اسلامی نظام، شرعی حدود اور اس جیسی دیگر موضوعات نصاب سے خارج کردیں، اس کی جگہ کچھ غیر دینی غیروں کی اصطلاحات کا اضافہ کردیا۔

ارگ صدارتی محل کے حالیہ حکمران اشرف غنی جن کی پرورش سیکولر نظریہ کے ساتھ ہوئی ہے۔ اقتدار ملنے کے بعد سے ہر شعبے میں غیر دینی ثقافت کی ترویج اور ترقی کے لیے کمربستہ ہیں۔ انہوں نے جس طرح مرد و زن کے اختلاط، بے پردگی، کرپشن اور دیگر ناجائز اعمال کی ترویج میں جس طرح ممتاز ہیں۔ اپنی اسلامی ثقافت سے نوجوانوں کو

بیگانہ کرنا بھی انہوں نے اپنا اہم ترین مقصد بنادیا ہے۔

ان کی حکومت میں مطالعات و تحقیق کامرکز بجائے اس کے کہ ملک کے اہم مسائل کی تحقیق کرے اور انہیں زیر بحث لائے، سکولوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں دینی مضامین اور دینی اصطلاحات کے درپے ہے۔ اس کی کوشش ہے کہ ان دینی موضوعات کو ریڈیکل ازم قرار دے کر نصاب سے خارج کر دیا جائے۔

یہ مرکز نے، جو کابل انتظامیہ کے اہم افراد کی زیر نگرانی ہے، گذشتہ سال اعلی تعلیم کے نصاب میں اسلامی ثقافت کے مضمون کو اپنے حاسدانہ پروپیگنڈے کا نشانہ بنایا۔ جب کہ اس سال سکولوں کے نصاب میں ایمان، اسلام، اللہ تعالی، قرآن، حمد، نعت، دعا، اسلامی عقائد، اور اخلاقی اقدار کے تذکرے کو ریڈیکل ازم اور شدت پسندی کے عوامل میں سے قرار دے رہا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ اسلام کے بلند شعائر کے خلاف یہ جسارت صرف اور صرف بے دین حکمرانوں کی حمایت سے ہی ممکن ہے۔ ورنہ ایک گمنام تحقیقاتی مرکز کبھی اتنی جرات نہیں کر سکتا کہ اسلام اور مسلمانوں کی سرزمین پر اتنی ڈھٹائی سے دینی اقدار پر حملہ آور ہو۔

ہماری نظر میں تعلیمی نصاب میں دینی مضامین کو نشانہ بنانا اور پھر اس حوالے سے مختلف قسم کے الزامات غلط پروپیگنڈا کرنا، دین بیزاروں کے اس وسیع یکبارگی حملے کا چھوٹا سا حصہ ہے جو جارحیت زدہ افغانستان میں مختلف شکلوں میں جاری ہے۔ ہمارے مومن و مسلم عوام، علمائے کرام، نامور شخصیات اور صاحبان قلم دشمن کی ان خاموش سازشوں پر خاموش نہ رہیں۔ بلکہ تمام ممکنہ ذرائع سے اس کا سدباب کریں۔

امارت اسلامیہ افغانستان دینی موضوعات کے خلاف اس شیطانی حربے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتی ہے۔ اور اسے ہمارے مومن عوام کے خلاف واضح تجاوز اور بے احترامی قرار دیتی ہے۔ ہم یہ بھی کہتے ہیں اس سے قبل بھی یہاں اس طرح کی کوششیں کی گئی ہیں۔ مگر اللہ تعالی نے انہیں شکست سے دوچار کیا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ دین دشمنوں نے اس طرح کی ناقابل توجیہ حرکتوں سے اپنی قبریں کھودی ہیں۔ ہمارے مومن عوام کی کوششوں نے ان کی تمام کوششیں مٹادی ہیں۔

عیدالاضحی قربانی اور ایثار کا موقع

2020-07-27

اس سال عیدالاضحی ایسے حالات میں آئی ہے کہ جب اسلامی دنیا بلکہ پوری دنیا مسائل کا شکار ہے اور مسائل گھری ہوئی ہے۔ کرونا بحران جس نے پوری دنیا کو متاثر کر دیا ہے اس نے عام زندگی کے مختلف پہلوؤں کو متاثر کیا ہے۔

اس سال مسلمان قربانی کی عید ایسے حالات میں منا رہے ہیں کہ اسلام کا عظیم رکن (حج) محدود کر دیا گیا ہے۔ وہ بڑا اجتماع جسے عالمی سطح پر مسلمانوں کے اتحاد، اخوت اور عزت کی علامت سمجھا جاتا ہے، اس سال ماضی کی طرح نہیں منایا جارہا۔ دوسری جانب کرونا بحران کی وجہ سے لوگوں کو بھاری نقصان پہنچے ہیں۔

اپنے وطن عزیز کی سطح پر کہیں تو مسلسل بے چینی، کرپٹ حکومت، جارحیت اور دیگر مسائل کے علاوہ کرونا بحران نے ہم وطنوں کے مسائل میں ماضی کی بنسبت بہت اضافہ کر دیا ہے۔ بے روزگاری عروج پر پہنچ چکی ہے اور غربت کی سطح ہمیشہ کی بنسبت بلند ہوگئی ہے۔

عید قربان جس میں ایثار، سرفروشی اور اللہ تعالی کی راہ میں قربانی دینے کا فلسفہ پوشیدہ ہے، ان مخصوص حالات میں مسلمانوں کے لیے خاص پیغام رکھتا ہے۔ ہر مسلمان کو اسے سمجھنا چاہیے اور اپنی وسعت کی حد تک اس پر عمل کرے۔

مسائل اور المیوں کے عروج میں قربانی کی عید کا پیغام یہ ہے کہ مسلمان ایک جسد کی طرح ایک دوسرے کے درد کو محسوس کریں۔ ان کی حالت سے خود کو باخبر کریں۔ اگر کوئی عید منانے کی استطاعت نہیں رکھتا اپنی بساط تک اس سے تعاون کریں۔ اسے عید کی خوشی میں شریک کریں۔ اور کچھ بھی نہ ہو تو عید کے گوشت کی تقسیم میں ان اصولوں کا خیال رکھا جائے جس کی اسلام رہنمائی کرتا ہے۔ تاکہ ہمارے غریب اور بے سہارا بھائی محروم نہ رہیں۔ اس کے علاوہ شہداء یتیموں، بیواؤں، اسیروں اور دیگر مظلوموں کے خاندانوں کا خاص پوچھیں۔ تاکہ کم از کم عید کی خوشی کا احساس کریں۔ یہی اسلام کی ہدایت ہے اور یہی اسلامی اخوت کا عملی مصداق ہے۔

ایک طرف ملک میں بیروزگاری، غربت، بھوک اور دیگر مسائل کی سطح اوپر ہو رہی ہے اور دوسری جانب حکمران ماضی کی بنسبت زیادہ لوٹ مار اور قومی خزانے کے لوٹنے میں مصروف ہیں۔ امارت اسلامیہ اس مسئلے کو ہنگامی انداز میں لینے کے قابل سمجھتی ہے۔ ہر روز ایسی خبریں شائع ہوتی ہیں کہ جس میں کرپٹ حکمران کی جانب سے مختلف منصوبوں میں منظم لوٹ مار، بینکوں سے پیسوں کی چوری اور بیرون ملکوں کو سرمایہ کی منتقلی کی اطلاعات ملتی ہیں۔ کرونا کے بحران میں عوام کا خون چوسنا، افغان عوام کے حق میں ارگ صدارتی محل کا وہ دھوکا اور ظلم ہے جسے تاریخ کبھی نہیں بھلائے گی۔

ہمارے خیال میں غربت کی سطح بلند ہونے کی ایک بڑی وجہ حکام کی منظم چوریاں اور کرپشن ہے۔ جس کی بنیاد پر قومی دولت اور سرمایہ مختلف ناموں سے چوری ہوتا ہے اور ملک سے باہر منتقل کیا جاتا ہے۔ چونکہ غیروں کے آلہ کار حکمرانوں کا معاملہ عوام سے الگ ہے، انہیں عوامی مسائل سے کوئی سروکار نہیں، اس لیے عوام کو چاہیے کہ خود ہی بے سہارا خاندانوں کی مدد کریں۔ بڑی عید کے دنوں میں ایثار اور مہربانی کے اس موقع سے فائدہ اٹھائیں۔

سانحہ ہرات، کابل انتظامیہ کی درندگی

گزشتہ روز صوبہ ہرات کے ضلع گزرہ کے علاقے خم زیارت میں کابل حکومت کے طیاروں نے بگرام جیل سے رہا ہونے والے ایک قیدی کے گھر پر بمباری کی، جس میں خواتین اور بچوں سمیت متعدد افراد شہید اور زخمی ہو گئے۔ حملے کے ایک گھنٹہ بعد جب محلے کے لوگ لاشوں اور زخمیوں کو ملبے سے نکال رہے تھے، اسی گھر پر دوبارہ بمباری کی گئی، جس میں خواتین اور بچوں سمیت 20 افراد شہید اور زخمی ہو گئے۔

دشمن نے شرمناک طریقے سے اس واقعے کی خبر شائع کی اور اس حملے میں درجنوں مجاہدین کو شہید کرنے کا دعوی کیا۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ کچھ ذرائع ابلاغ نے بھی دشمن کے اس دعوی کی بنیاد پر مجاہدین کی شہادت کی خبر شائع کی اور شہریوں کی کوئی فریاد نہیں سنی کہ اس واقعہ کے متاثرین عام شہری ہیں، خاص طور پر خواتین اور بچے۔

کابل انتظامیہ نے ایک بار پھر عام شہریوں کو نشانہ بنانے اور ان کے گھروں کو تباہ کرنے کا سلسلہ تیز کر دیا ہے۔ گزشتہ ایک ہفتہ میں دشمن نے نہتے شہریوں کے درجنوں گھروں پر بمباری کی ہے جس سے شہریوں کو بڑے پیمانے پر جانی اور مالی نقصان پہنچا ہے۔ پچھلے ہفتے کے دوران دشمن کی جانب سے نہتے شہریوں کو ہونے والے جانی نقصان کی کچھ مثالیں درج ذیل ہیں۔

22 جولائی کو کابل حکومت نے صوبہ بغلان کے ضلع ڈنڈ غوری کے گاؤں علاؤالدین خیل میں ایک مکان پر بمباری کی، جس میں 7 بچے اور خواتین شہید اور زخمی ہو گئیں۔ اسی طرح پولیس اہل کاروں نے گاؤں کے اسپتال پر بھی فائرنگ کی، جس سے اسپتال کا ایک ملازم زخمی ہو گیا۔

19 جولائی کو صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے علاقے لرخابیان مدرسہ گاؤں میں دشمن نے 2 گھروں پر بمباری کی جس میں 4 خواتین اور 1 بچہ شہید اور 3 خواتین زخمی ہو گئیں۔

18 جولائی کو کابل انتظامیہ نے صوبہ بلخ کے ضلع خاص بلخ کے عمر خیل گاؤں میں ایک مکان پر بمباری کی جس کے نتیجے میں 5 خواتین اور بچے شہید ہو گئے اور مکان تباہ ہو گیا۔

18 جولائی کو صوبہ بلخ کے ضلع دولت آباد کے علاقے بیدو میں کابل انتظامیہ نے ایک مکان پر بمباری کی جس میں دو خواتین شہید ہو گئیں۔

17 جولائی کو صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ کے کیمپ کے علاقے میں افغان فورسز کی گولہ باری سے دو گھروں میں سات شہری شہید اور زخمی ہوئے۔

17 جولائی کو سوبہ میدان وردگ کے ضلع جغتو کے گاؤں قلعہ ندی میں کابل حکومت کی بمباری سے ایک گھر اور ایک دینی مدرسہ کو نقصان پہنچا اور مدرسے کے 4 طلبا زخمی ہو گئے۔

سانحہ ہرات کابل انتظامیہ کے ظلم و بربریت کی ایک مثال ہے۔ جب سے امارت اسلامیہ اور امریکہ کے مابین جارحیت کے خاتمے کا معاہدہ ہوا ہے، تب سے کابل حکومت نے جنگی پالیسی اختیار کی ہے۔ خاص طور پر عام شہریوں کو نشانہ بنا رہی ہے اور گھروں کو تباہ کر رہی ہے۔ چار مہینوں میں کابل حکومت کی جانب سے ملک کے مختلف حصوں میں ظالمانہ کارروائیوں، فضائی حملوں چھاپوں میں سیکڑوں شہری شہید ہو گئے ہیں، ایک منصوبے کے مطابق مکانات، اسپتالوں، مدرسوں، اسکولوں اور مارکیٹوں کو تباہ کیا جارہا ہے۔

ابھی تک سانحہ سنگین کے زخموں کا مداوا نہیں ہوا تھا کہ سفاک دشمن کی جانب سے ہرات میں ایک اور دلخراش سانحہ رونما ہوا۔ انسانی حقوق کی تنظیموں، یوناما اور سماجی کارکنوں کو سانحہ ہرات کی تحقیقات کرنی چاہئیں اور مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں لانا چاہئے اور انہیں قرار واقعی سزا دینی چاہئے۔

امارت اسلامیہ نے ہمیشہ اپنے مظلوم عوام کا دفاع کیا ہے، ملک اور عوام دشمنوں کو سزا دی ہے اور اس واقعہ کے مجرمین بھی سزا سے بچ نہیں سکیں گے۔

میں مجاہد کیسے بنا

شہاب لیوال

روس کی شکست کے بعد جب جہادی تنظیمیں اپنے مبارک ہدف سے بے راہ ہو گئیں تو مدرسہ کا طالب ملا محمد عمر مجاہد میدان میں اترا اور قندہار سے تحریک شروع کی۔ تنظیموں کے ناکارہ اور مذموم منصوبوں کو ختم کیا۔ بہت کم مدت میں کابل فتح کیا۔اسلامی نظام کی حکمرانی قائم کر دی۔ وہ نظام جس کے لیے ایک ملین افغانوں نے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا تھا۔

جہاد سے منحرف جماعتوں نے خاموشی کی بجائے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کیے۔ امارتِ اسلامیہ سے انتقام لینے کے لیے یورپی ممالک کے دورے شروع کر دیے۔افغانستان کو استعمار کے قبضہ میں دینے اور اسلامی نظام کو نیست و نابود کرنے کے لیے امریکی صدر جارج بش سے مدد طلب کی۔

امریکا کو طالبان سے شدید ناراضگی تھی۔طالبان نے ان کی صد سالہ پالیسی اور منصوبہ بندی کو خاک میں ملایا تھا۔ وہ منصوبہ جس کی رو سے افغانستان پر قبضہ اور یہیں سے وسطی ایشیا کا کنٹرول اور دائمی تسلط قائم کرنا تھا۔اس لیے جیسے ہی ان منحرف جماعتوں اور غدارانِ وطن نے امریکا کو پیش کش کی، امریکا نے فی الفور منظوری دے دی اور کام شروع کیا۔ ہمارے ملک کو استعمار کے قبضہ میں ڈال دیا۔ ملت بے دریغ خون بہایا۔ عوام کی جان، مال، عزت اور آزادی پر شبخون مارا۔میں (شہاب لیوال) کیوں کابل کی شہری سوسائٹی سے، عصری علوم کے ماحول سے، زندگی کی تمامتر سہولیات اور آسائشوں سے بیزار ہو گیا۔ کیوں میں نے پہاڑوں پر جانے کو ترجیح دی؟میں نے کبھی مدرسہ میں پڑھا ہے اور نہ کبھی طالب رہا ہوں۔نہ ہی میں کبھی ملک سے باہر گیا ہوں، پھر میرے جہاد اور طالب بننے کا سبب کیا بنا؟

کابل میں نادریہ سکول میں، میں نے تعلیم حاصل کی ہے۔ پھر داخلہ ٹیسٹ میں فارسی ادبیات کے لیے میری سلیکشن ہوئی۔ لیکن چونکہ میرے بھائی اس وقت اپنی کمپنی کے مالک تھا، مجھ سے بڑے بھائی جو اس وقت بھی جہادی امور میں ہمارے امیر ہیں (انجینیئر خالد غوربندی حفظہ اللہ)انہوں نے مجھے پرائیوٹ ادارے میں انجینیئرنگ کے شعبہ میں داخلہ لینے کی ترغیب دی۔اس وقت کاروان کالج جو پرائیوٹ کالج تھا کابل کارتِ پروان کے علاقہ میں قائم تھا، میں نے وہیں داخلہ لیا اور اسی شعبے میں پڑھائی شروع کی۔

دو سال تک میں اپنی تعلیم حاصل کرتا رہا۔دوسرا سال تکمیل کو تھا کہ ہمارے گھر پر چھاپہ پڑا۔امریکی فوج نے ہمارے دو بھائیوں کو گرفتار کیا۔ایک سال بلا کسی وجہ جیل میں رہنے کے بعد آزادی ملی۔ مگر امریکا اور اس کے کٹھ پتلیوں نے ایک دفعہ پھر ہمارے گھر چھاپہ مارا۔اس دفعہ انہوں نے میری ماں کو لاتوں سے مارا، میری بہن کے سر سے دوپٹہ اتارا ۔پھر میرے بھائیوں کو اپنے ساتھ لے گئے، چار ماہ تک وہ بالکل لاپتہ تھے۔ میں جب جیل میں اپنے بھائیوں سے ملاقات کے لیے گیا تو اپنے بھائیوں کو پہچان نہ سکا۔ میں تو حیرت زدہ ہو کر مبہوت سا دیکھتا رہ گیا کہ بھائی نے مجھے آواز دی۔ میں پہچان تو گیا مگر آنسو ضبط نہ کر سکا۔ پتہ ہے آنسو کیوں نکلے؟میرے بھائی کو شکنجوں میں اتنا جکڑا گیا تھا کہ اس کا چہرہ بدل گیا تھا۔ملاقات سے واپسی پر میرے بھائی انجینیئر خالد نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ شہاب! اگر ہمیں رہائی نہیں ملی تو آپ گاوں جا کر سیدھے امارتِ اسلامیہ کے غازیوں سے ملو۔میری بہن اور والدہ کا انتقام ضرور لینا!

کابل کی رنگینیوں سے پروان کے پہاڑوں تک!

میں بھی حکم کی تعمیل میں طالبان سے ملا، الحمدللہ ثم الحمدللہ، آج مجاہد ہوں۔ ٹھیک بارہ سال سے امارت اسلامیہ کی خدمت میں مصروف ہوں اور فخر ہے مجھے کہ اس جیسے مقدس نظام کارکن ہوں۔میں تو ایک نوجوان تھا، معیشت بھی ٹھیک چل رہی تھی۔ چالیس سے زیادہ مزدور تھے ہمارے۔ گاڑی بھی تھی اور کاروبار بھی تھا۔

مگر استعمار نے میری جوانی کی امیدوں پہ پانی پھیر دیا!استعمار نہ ہوتا تو آج میں ایک ماہر انجینیئر اور ڈاکٹر ہوتا، انگریزی زبان کا معلم ہوتا، مگر آج سب کچھ بھول چکا ہوں۔ہم تعلیم کے خلاف نہیں ہیں۔ مگر وہ تعلیم جو دینی جذبات اور احساسات کو زمین بوس کرتی ہے تسلیم کرنے سے انکاری ہوں۔کل کا شاہزادہ، آج پہاڑوں میں پتھر توڑ رہا ہوں اور اپنا روزگار کرتا ہوں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مہینوں میرے پاس ہونے کو کچھ نہیں ہوتا۔ گھر میں اہل و عیال بیمار ہوتے ہیں میں دوائی کے لیے پریشاں ہوتا ہوں۔

میں بھی ایک جوان تھا۔ میں بھی اپنے دل میں تمناؤں کا ایک سیلاب رکھتا تھا، مگر ظالم استعمار نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا۔میں نے اپنے رب لایزال سے عہد کیا ہے کہ اس وقت تک جہاد کرونگا جب تک اسلامی نظام کی حکمرانی قائم نہیں ہوتی، تاکہ پھر کوئی افغان بچہ تعلیم اور تحصیل علم سے محروم نہ رہے اور کسی کی آرزو خاک نہ ہو۔

جنگی جرائم جولائی 2020

سید سعید

یکم جولائی 2020 کو سرکاری طیاروں نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع جغتو کے گاؤں محمد قلی کی مسجد پر بمباری کی، جس کے نتیجے میں مسجد شہید ہوئی۔

2 جولائی کو صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک کے علاقے خومانو کش میں ہرات کی طرف جانے والی سڑک پر سنگوری اربکی ملیشیا کے اہلکاروں نے ایک چلتی گاڑی پر فائرنگ کر دی، جس سے گاڑی میں سوار تین شہری موقع پر شہید ہوئے، اس کے بعد ان کی کار اور نقدی چھین کر اپنے ساتھ لے گئے۔

3 جولائی کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے گاؤں سلطان خیل میں افغان فورسز کی گولہ باری سے کھیتوں میں کام کرنے والے 6 کسان زخمی ہو گئے۔

4 جولائی کو افغان فورسز نے صوبہ بلخ کے ضلع چہار بولک کے علاقے گورتیپہ میں عام شہریوں کے گھروں پر چھاپہ مارا، جس کے نتیجے میں پانچ خواتین زخمی ہو گئیں اور لوگوں کو مالی نقصان پہنچا۔

4 جولائی کو افغان فورسز نے صوبہ لوگر کے دارالحکومت کے قریب آخوند خیل گاؤں میں عام شہریوں کے گھروں پر چھاپے کے دوران ایک شہری کو شہید کر دیا۔

5 جولائی کو صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک کے گاؤں سجاوند میں ایک چھاپے کے دوران افغان فوجیوں نے گھروں کے دروازوں کو دھماکہ خیز مواد سے اڑایا اور چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کرتے ہوئے گھروں سے نقد رقم اور قیمتی سامان ضبط کیا۔

7 جولائی کو صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک کے مہاجر بازار کے علاقے میں افغان فورسز کے فوجی اڈے سے فائر کیے گئے مارٹر گولے ایک مسجد پر گرنے سے پانچ نمازی شہید اور سات دیگر زخمی ہو گئے۔

9 جولائی کو صوبہ غزنی کے ضلع خوگیانی کے شیخ آغا گاؤں میں افغان اہلکاروں کی فائرنگ سے ایک بچہ شہید اور دو زخمی ہو گئے۔

10 جولائی کو صوبہ پکتیا کے ضلع زازی اریوب کے گاؤں شاہ محمد میں افغان فورسز کے چھاپے کے دوران ایک خاتون شہید اور ایک شخص زخمی ہو گیا۔

11 جولائی کو صوبہ جوزجان کے ضلع اقچی میں افغان فوج نے ایک نوجوان (عبدالرحیم ولد عبدالرشید) کو شہید کر دیا۔

11 جولائی کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے سلطان خیل گاؤں میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک بچہ سمیت دو افراد شہید ہو گئے۔

14 جولائی کو صوبہ غور کے ضلع دولینہ کے علاقے زیر تنگی میں افغان فوج کی بمباری میں ایک شہری شہید اور پانچ دیگر زخمی ہو گئے۔

14 جولائی کو صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے علاقے خواجہ الوان کے گاؤں میں ایک چھاپے کے دوران افغان فوج نے لوگوں کے گھروں کی تلاشی لی، کچھ قیمتی سامان ضبط کیا اور 45 شہریوں کو گرفتار کر لیا۔

15 جولائی کو صوبہ غزنی کے صدر مقام میں افغان فورسز نے چلتی بس پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں ایک مسافر شہید اور تین دیگر زخمی ہو گئے۔

17 جولائی کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع جغتو کے گاؤں قلعہ ندی میں سرکاری فوج کی بمباری میں ایک مکان اور ایک دینی مدرسہ کو نقصان پہنچا اور چار طالب علم زخمی ہو گئے۔

18 جولائی کو صوبہ کاپیسا کے ضلع تگاب کے علاقے انار جوی میں افغان فورسز کے مارٹر حملے میں ایک خاندان کی ایک خاتون شہید ہو گئی اور اس خاندان کے 7 افراد زخمی ہو گئے، جن میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں۔

18 جولائی کو صوبہ بلخ کے ضلع خاص بلخ کے نواب آباد ہزارہ کے علاقے میں سرکاری فوج کے فضائی حملے میں ایک خاندان کے 5 افراد شہید ہو گئے۔

18 جولائی کو صوبہ غزنی کے ضلع خوگیانی کے علاقے خاشا گاؤں میں رہائشی علاقے پر سرکاری فوج کے فضائی حملے میں ایک خاتون شہید ہو گئی۔

18 جولائی کو صوبہ بلخ کے ضلع خاص بلخ کے گاؤں عمر خیل میں افغان فوج نے ایک مکان پر بمباری کی، جس کے نتیجے میں پانچ خواتین اور بچے شہید ہو گئے اور مکان تباہ ہو گیا۔

18 جولائی کو صوبہ بلخ کے ضلع دولت آباد کے علاقے بیدو میں افغان فوج نے ایک مکان کو نشانہ بنایا جس میں تین خواتین شہید اور زخمی ہو گئیں۔

18 جولائی کو صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ کے کیمپ کے علاقے میں افغان فوج کی گولہ باری کے نتیجے میں ایک خاندان کے چھ شہری شہید اور زخمی ہو گئے۔

19 جولائی کو صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے علاقے لرخابیان کے گاؤں مدرسہ میں افغان فورسز کی بمباری میں دو گھروں کو نشانہ بنایا گیا، چار خواتین اور ایک بچہ شہید اور تین خواتین زخمی ہو گئیں۔

20 جولائی کو صوبہ غزنی کے دارالحکومت کے قریب افغان فورسز کی فائرنگ سے دو عام شہری شہید ہو گئے۔

20 جولائی کو صوبہ پکتیا کے ضلع گردی چیڑی میں افغان اہل کاروں نے مفتی ذکیم گل نامی ایک عالم دین کو مدرسے سے اٹھایا اور بعد میں اسے شہید کر دیا گیا۔

21 جولائی کو صوبہ بلخ کے ضلع شولگر کے چرخاب کے علاقے میں افغان فوج نے ایک مکان پر بمباری کی جس سے دو بچے شہید اور دو خواتین زخمی ہو گئیں۔

22 جولائی کو صوبہ سرپل کے ضلع سنگچارک کے علاقے توپخانہ میں افغان فوج کے مارٹر حملے میں ایک شہری شہید اور 6 دیگر زخمی ہو گئے۔

22 جولائی کو صوبہ ہرات کے ضلع گزری کے علاقے خم زیارت میں افغان فورسز کے فضائی حملوں میں 20 عام شہری شہید، درجنوں زخمی ہوئے اور مقامی لوگوں کو بڑے پیمانے پر مالی نقصان پہنچا۔ مقامی لوگوں کے مطابق پہلا حملہ خالد نامی ایک قیدی کے گھر پر ہوا، جو حال ہی میں بگرام جیل سے رہا ہوا تھا، لوگ ان کی مبارکباد کے لئے گئے تھے جب ان پر حملہ کیا گیا تو مقامی لوگ لاشوں کو ملبے سے نکالنے کے لئے مصروف عمل تھے ان پر دوسرا حملہ ہوا۔ جس کے نتیجے میں مزید کئی افراد شہید اور زخمی ہوئے، کابل انتظامیہ نے اس حملے کے نتیجے میں درجنوں طالبان کو مارنے کا دعویٰ کیا، لیکن اس کے بعد پتہ چلا کہ دونوں حملوں میں عام شہری شہید اور زخمی ہوئے۔

22 جولائی کو افغان فوج نے صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے علاقے ڈنڈ غوری کے گاؤں علاؤالدین خیل میں ایک مکان پر بمباری کی، جس میں سات بچے اور خواتین شہید اور زخمی ہو گئیں، انہوں نے گاؤں کے اسپتال پر بھی فائرنگ کی۔ اسپتال کا ایک ملازم زخمی ہو گیا۔

23 جولائی کو افغان فورسز نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے خارکلی میں ایک دکان پر بمباری کی جس میں تین بچوں سمیت چار افراد شہید ہوئے۔

24 جولائی کو صوبہ قندوز کے ضلع امام صاحب کے علاقے کنجک میں افغان فوج کی بمباری سے لوگوں کے گھروں کو نقصان پہنچا اور چار شہری زخمی ہو گئے۔

24 جولائی کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ کے علاقے دورانی میں افغان فورسز کی فائرنگ سے 18 سالہ نوجوان شہید ہوا۔

26 جولائی کو قابض افواج نے صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغا کے علاقے دھنو لشکری خیل میں ایک مسجد پر ڈرون حملہ کیا، جس سے مسجد منہدم اور اس میں ایک شخص شہید ہوا۔

27 جولائی کو صوبہ بلخ کے ضلع خاص بلخ کے کلفت بندر کے علاقے میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک عورت اور تین افراد شہید ہو گئے۔

ذرائع:

(بی بی سی ریڈیو، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک اور پژواک نیوز ایجنسی، افغان ویب سائٹ، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیاء اور بینوا ویب سائٹس)

افغانستان جولائی 2020 میں

احمد فاروی

نوٹ: یہ تحریر ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل ہے جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لئے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ کا وزٹ کیجئے۔

مجاہدین نے ماہ جولائی میں کچھ اضلاع کو فتح کرنے، افغان فورسز کے سینکڑوں اہل کاروں کی امارت اسلامیہ میں شمولیت اختیار کرنے، قابض افواج کا انخلا اور افغان فورسز کے جانی نقصانات پر مشتمل اہم کامیابیاں حاصل کیں۔ اس ماہ کے دوران رونما ہونے والے اہم واقعات کی تفصیل مندرجہ ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

قابض افواج کے نقصانات:

5 جولائی کو حملہ آور دشمن نے صوبہ فراہ میں اپنے ایک فوجی کی ہلاکت کی خبر شائع کی اور اس کے بعد 14 جولائی کو میڈیا نے قندھار میں ایک اور حملہ آور فوجی کی ہلاکت کی خبر شائع کی۔ واضح رہے کہ قطر کے دارالحکومت دوحہ میں امارت اسلامیہ اور امریکہ کے درمیان ہونے والے معاہدے کے تحت مجاہدین نے قابض افواج کے انخلا تک ایک خاص مدت کے لئے حملے بند کر دیئے ہیں، لہذا حال ہی میں قابض افواج کی ہلاکتوں میں کمی واقع ہوئی ہے۔

افغان فورسز کے نقصانات:

ماہ جولائی میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین افغان فورسز کو سبق سکھانے اور دفاعی پوزیشن سے نکل کر دشمن پر اپنے حملے شروع کرنے پر مجبور ہو گئے۔ جولائی کے دوران افغان فورسز کی ہلاکتوں کا سلسلہ طویل ہے جن کے درست اعداد و شمار ہمارے پاس موجود نہیں تاہم کچھ اہم واقعات یہاں زیر قرطاس لائیں گے۔

3 جولائی کو کابل انتظامیہ کے خصوصی نمائندے کورونا وائرس کی وجہ سے انتقال کر گئے۔ اگلے روز وزارت دفاع کے سابق ڈائریکٹر مواصلات بھی اس مرض سے جاں بحق ہو گئے۔ 8 جولائی کو غزنی کے ضلع دہ یک کے پولیس چیف مجاہدین کے حملے میں مارا گیا، اسی روز بامیان میں اشرف غنی کے ایک محافظ کی لاش برآمد ہوئی اور کابل میں وزارت داخلہ کے بایومیٹرکس کے ڈائریکٹر کی لاش ملی۔

19 جولائی کو صوبہ پکتیکا کے ضلع سروبی کا سیکیورٹی کمانڈر مجاہدین کے ساتھ جھڑپ میں مارا گیا۔ 22 جولائی کو صوبہ روزگان کے ضلع خاص روزگان میں کابل انتظامیہ کے چار کمانڈرز سڑک کنارے نصب بم دھماکے میں ہلاک ہو گئے اور اسی روز کابل میں افغان نیشنل آرمی کا ایک فوجی پائلٹ ہلاک ہو گیا۔

9 جولائی کو کابل انتظامیہ کا تربیتی طیارہ صوبہ بغلان کے ضلع دوشی میں گر کر تباہ ہوا اور 26 جولائی کو صوبہ ہلمند کے ضلع نگی میں ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہو گیا۔

نہتے شہریوں پر تشدد:

امن معاہدے کے بعد شہری ہلاکتوں میں بھی کسی حد تک کمی واقع ہوئی تھی لیکن پچھلے تین مہینوں میں ایک بار پھر نہتے شہریوں پر تشدد کی شرح میں اضافہ ہوا، 5 جولائی کو ہیومن رائٹس کمیشن نے اعلان کیا کہ گزشتہ ماہ کے دوران ہلمند کے ضلع سنگین میں افغان فورسز کی گولہ **باری** سے درجنوں شہری جاں بحق اور زخمی ہوئے۔ 8 جولائی کو افغان اہل کاروں نے ایک مسجد پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں مسجد کے اندر متعدد نمازی شہید ہوئے۔ اگلے روز صوبہ لوگر میں ایک فوجی نے چار معصوم بچوں کو ٹینک سے کچل کر شہید کر دیا۔

22 جولائی کو افغان فوج نے صوبہ ہرات کے ضلع ادرسکن میں ایک مکان اور مسجد پر بمباری کی جہاں مقامی لوگ رہا ہونے والے ایک قیدی کی مبارکباد کے لئے جمع ہوئے تھے، اس دلخراش **واقعہ** میں بھی بچوں اور خواتین سمیت متعدد افراد شہید اور زخمی ہوئے۔ اسی روز صوبہ بغلان میں افغان فورسز نے صحت کے ایک مرکز پر حملہ کیا جس میں متعدد شہری شہید اور زخمی ہوئے۔

ان تمام واقعات کی تفصیلات امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ کی خصوصی

رپورٹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ہتھیار ڈالنے کا سلسلہ:

امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے 15 جولائی کو اعلان کیا کہ جون کے دوران افغان فورسز کے 900 اہل کاروں نے ان کے سامنے ہتھیار ڈال کر کابل انتظامیہ سے علحیدگی اختیار کی۔ 6 جولائی کو صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری میں افغان فورسز کے 22 اہل کار اور بلخ کے مختلف اضلاع میں 40 اہل کار مجاہدین میں شامل ہوئے۔ اسی روز صوبہ بغلان میں ایک سابق پولیس چیف سمیت 53 فوجیوں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ 27 جولائی کو صوبہ قندوز میں سکیورٹی فورسز 129 اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہونے کا اعلان کیا۔ امارت اسلامیہ میں شامل ہونے والے اہل کاروں کی مکمل تفصیلات دعوت و ارشاد کمیشن کی رپورٹ میں موجود ہیں۔

قیدیوں کا تبادلہ:

کابل انتظامیہ نے اب تک دباؤ کے تحت امارت اسلامیہ کے 4600 قیدیوں کو اپنی جیلوں سے رہا کیا ہے، حالانکہ اس معاہدے میں یہ بتایا گیا ہے کہ امارت اسلامیہ اور کابل انتظامیہ دونوں فریق دس دن میں یعنی دس مارچ تک قیدیوں کو رہا کریں گے۔ لیکن یکم مارچ سے عیدالاضحی تک کابل انتظامیہ نے معاہدے کے مطابق پانچ ہزار قیدیوں کو رہا کرنے کے عمل میں بتدریج رکاوٹ پیدا کی ہے جبکہ امارت اسلامیہ نے معاہدے کے تحت افغان فورسز کے ایک ہزار قیدیوں کو رہا کر دیا، کابل انتظامیہ کے سربراہ نے چار سو قیدیوں کی رہائی کے لئے لویہ جرگہ طلب کرنے کا اعلان کیا، جرگہ نے قیدیوں کی رہائی کی منظوری دیدی۔

الفتح آپریشن:

جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین افغان فورسز کے خلاف کارروائی شروع کرنے پر مجبور ہوگئے۔ اس سلسلے میں 2 جولائی کو افغان فورسز نے صوبہ ہرات کے ضلع فارسی سے پسپائی اختیار کی۔ 8 جولائی کو قندھار کے ضلع شاولی کوٹ میں سیکیورٹی کمانڈ پر مجاہدین نے حملہ کیا جس سے کمانڈ مکمل طور پر تباہ ہوگیا اور دشمن کے متعدد اہل کار ہلاک ہوگئے۔ 9 جولائی کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد میں مجاہدین نے فوجی اڈے پر حملہ کیا جس کے نتیجے میں متعدد فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 13 جولائی کو صوبہ سمنگان میں مجاہدین نے این ڈی ایس کے مرکز پر حملہ کیا جس میں دشمن کے 119 سیکیورٹی اہلکار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

فحاشی کے پھیلاؤ کا دوسرا طریقہ:

کابل انتظامیہ فحاشی کو فروغ دینے کے لئے مختلف طریقے پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ 6 جولائی کو کابل انتظامیہ کے ایک ترجمان نے اعلان کیا کہ ملک کے تمام صوبوں میں ایک ایک خاتون کو بطور نائب گورنر مقرر کیا جائے گا۔ جب کہ ماضی میں مختلف اداروں میں سرکاری اہلکاروں کی جانب سے خواتین پر جنسی تشدد کی خبریں متعدد بار شائع ہوچکی ہیں۔

قابض افواج کا انخلا:

14 جولائی کو افغانستان کے لئے امریکہ کے خصوصی مندوب زلمی خلیل زاد نے کہا امریکہ نے امن معاہدے کی بنیاد پر افغانستان میں اپنے فوجیوں کی تعداد کم کر دی ہے اور 5 فوجی اڈوں سے نکل گئے ہیں۔ 15 جولائی کو امریکی صدارتی امیدوار جو بائیڈن نے بھی اعلان کیا کہ افغانستان میں امریکی فوجیوں کی موجودگی غیر ضروری ہے اور انہیں وطن واپس بھیج دیا جانا چاہئے۔ 22 جولائی کو امریکی حکام نے اعلان کیا کہ صوبہ ننگرہار میں امریکی فوجیوں نے دو فوجی اڈے خالی کر دیئے ہیں۔

تین روزہ جنگ بندی:

امارت اسلامیہ نے 28 جولائی کو عیدالاضحی کے موقع پر تین روزہ جنگ بندی کا اعلان کیا اور اس کے بعد کابل انتظامیہ نے بھی جنگ بندی کا اعلان کیا۔ عوام نے بڑے پیمانے پر تین روزہ جنگ بندی کا خیر مقدم کیا اور مطالبہ کیا کہ دیرپا امن اور سلامتی کی خاطر جلد از جلد بین الافغان مذاکرات کا آغاز کرنا چاہئے۔

جولائی 2020 میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات: صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اہلکاروں کی ہلاکتیں	اہلکاروں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات: مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندھار	143				328	129	32	6	6	
-2	ہلمند	206				320	320	97	31	21	
-3	زابل	90				160	63	32	7	8	
-4	روزگان	46				85	14	7	5		
-5	ہرات	79				105	85	37	5	9	
-6	فراہ	32				31	29	7	1	6	
-7	بادغیس	36				45	46	5	5	10	
-8	نیمروز	28				47	7	5	1	6	
-9	غور	18				26	42	4	5	6	
-10	فاریاب	33				42	79	13	3	11	
-11	کونڑ	23				17	21				
-12	نورستان	2					1				
-13	غزنی	89				124	80	33			
-14	خوست	37				31	25	1			
-15	میدان ورگ	47				46	18	10			
-16	لوگر	65				147	57	17			
-17	کاپیسا	13				25	5	1			
-18	پکتیا	79				126	94	24			
-19	پکتیکا	35				60	33	8			
-20	ننگرہار	64				117	77	16			
-21	لغمان	24				23	23	7			
-22	کابل	32				63	41	13			
-23	پروان	5				8	22				
-24	قندوز	30				81	56	6			
-25	بغلان	19				24	21	6			
-26	تخار	4				9	4	1			
-27	سمنگان	7	1			63	83	6	3		1
-28	بدخشان	9				19	20				
-29	جوزجان	3				12	8	1			
-30	بلخ	68				121	87	25			
-31	بامیان	1				4	2				
-32	سرپل	10				9	19	3			
-33	دای کنڈی	5				13	15	1			
-34	پنجشیر	1				1					
مجموعہ		1383	1			2332	1626	418	72	83	1

فرمان امیر المومنین

شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخند زادہ حفظہ اللہ

افغان مجاہد عوام کے نام!

ہمارا جہاد جارحیت کے خاتمے اور صحیح اسلامی نظام کے قیام کے لیے تھا اور ہے، اس لیے اپنی قوم کو یہ اطمینان دلاتے ہیں کہ ان کی امیدوں اور آرزؤں سے دھوکہ نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالی۔ ہمارا واضح پیغام یہ ہے کہ ہم طاقت کا انحصار نہیں چاہتے، افغان اقوام اور تمام فریق کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔ بلکہ اسلامی نظام کی تکمیل، خود مختاری اور قوت افغانوں کے اتحاد واتفاق سے مشروط ہے۔ اسلام ہم سب کو اسلامی اخوت، دیانت داری اور کام اس کے اہل کو سونپنے کا حکم دیتا ہے۔ ملک کا ہر شہری حق رکھتا ہے کہ زندگی کے تمام حقوق اور مواقع سے فائدہ اٹھائے اور اس کی سیاسی اور سماجی حیثیت کا تعین اہلیت اور تقویٰ کی بنیاد پر کیا جائے۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

آیا صوفیا چرچ سے مسجد، میوزیم اور پھر مسجد تک
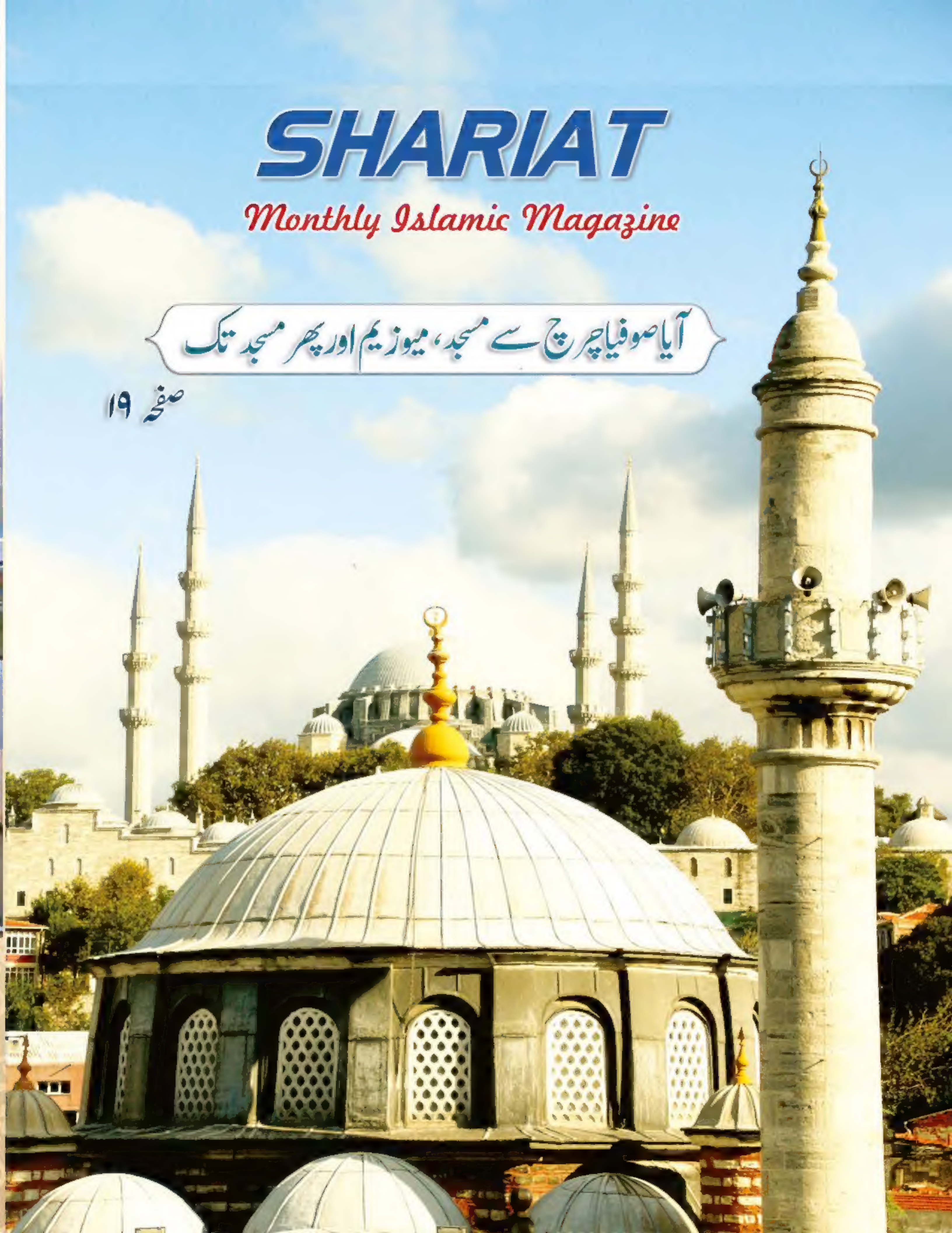
صفحہ ۱۹